عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۲ | ۲تا۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۳تا ۳۱ مئی ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۲۰

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

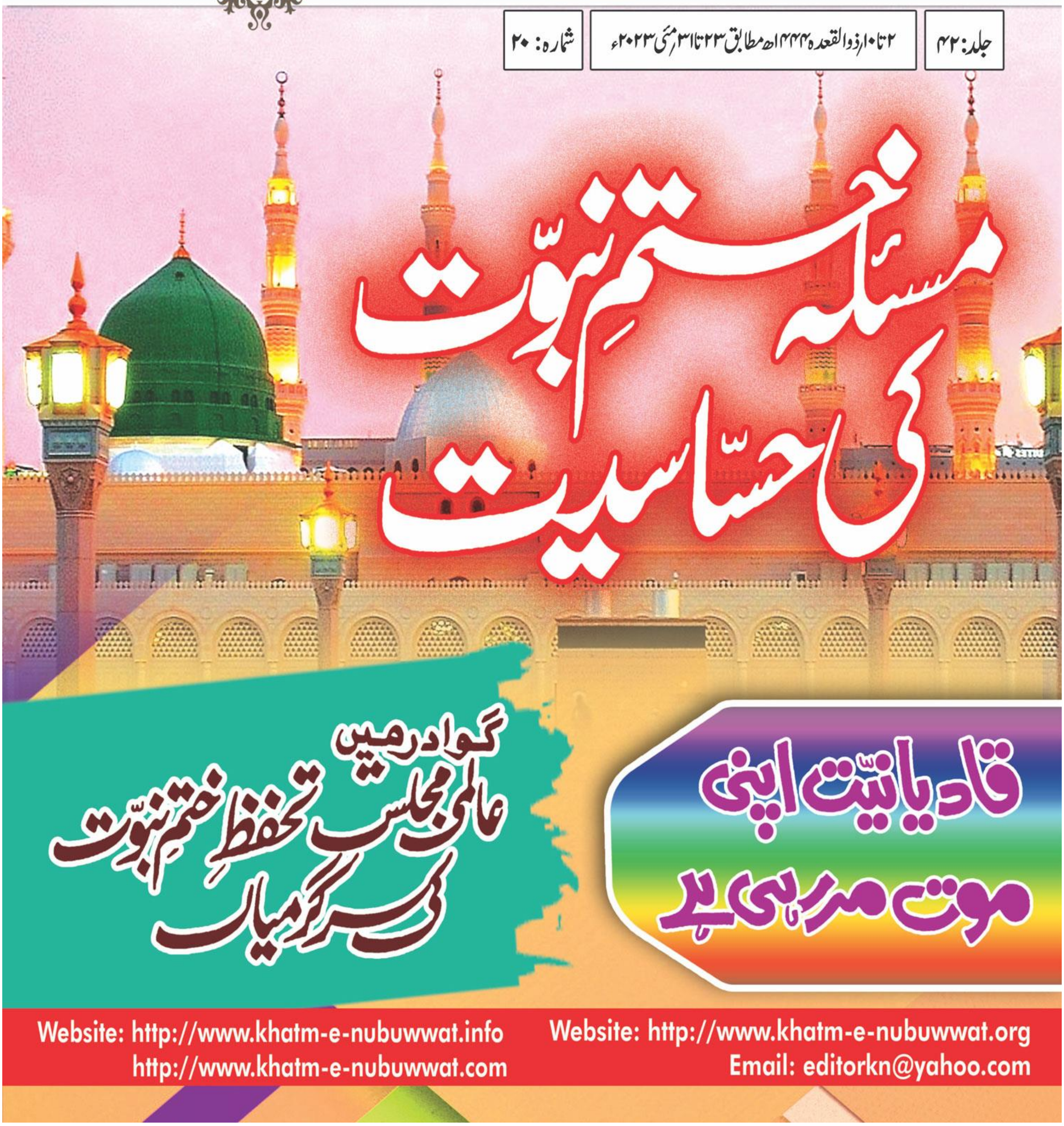

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

امام مہدی ثانی کا دعویٰ

س:......عرض یہ ہے کہ: احمد سعید رضوی وارثی صاحب نے میڈیا میں بیان دیا ہے کہ: ”مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ تم لوگوں کو بتاؤ کہ تم امام مہدی ثانی ہو۔“ (نعوذ باللہ من ذالک) اور تمہیں یہ مسند تفویض کی جاتی ہے۔ مجھے ان کے بیان کی روشنی میں فتویٰ عنایت فرمائیں اور میری رہنمائی فرمائیں۔ ان کے دعوے اور تصاویر پر مشتمل پمفلٹ بھی منسلک کر رہا ہوں۔

ج:......واضح رہے کہ شریعت اسلام میں امام مہدی ثانی جیسی کسی شخصیت کا ثبوت موجود نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی منصب یا مسند ہے کہ جس پر امت مسلمہ کو ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہو۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں احمد سعید رضوی صاحب نے اگر واقعتاً میڈیا میں خود کو امام مہدی ثانی باور کرانے کی کوشش کی ہے تو یہ شرعاً غلط ہے انہیں ایسی گمراہ کن بات سے توبہ کرنی چاہئے کہ جس کی وجہ سے امت مسلمہ فتنہ وفساد میں مبتلا ہوا اور لوگوں کو ان کی اس بات پر بالکل بھی یقین نہیں کرنا چاہئے۔ خواب شرعاً کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے خواب سے کسی شرعی حکم کو ثابت کرنا جائز نہیں۔

جیسا کہ ملاعلی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ”و لذا لم یعتبر احد من الفقهاء جواز العمل فی الفروع الفقهیة بما یظهر للصوفیة من الامور الکشفیة او حالات المنامیة۔“ (مرقاۃ، ج:۹ ص:۳۵۸، کتاب الفتن)

ترجمہ: ”اور اسی وجہ سے کسی ایک فقیہ نے بھی کسی شرعی مسئلہ پر عمل کرنا جائز نہیں سمجھا کہ جو صوفی حضرات امور کشفیہ یا خواب کے حالات کے طور پر بیان کریں۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام مہدی ثانی کا دعویٰ شرعاً بالکل غلط ہے اور لوگوں کو اس فتنہ سے بچنا اور بچانا واجب ہے۔ ایسے شخص کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے تاکہ امت مسلمہ شرور اور فتن سے محفوظ رہے۔

تین طلاق شدہ خاتون عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے

س:......میں اپنی امی کے گھر میں گئی ہوئی تھی کیونکہ میرے شوہر سے میری لڑائی ہوگئی تھی، ان کے دوسری لڑکیوں کے ساتھ تعلقات ہیں، جو میرے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ ایک روز وہ اپنے دوست کے ساتھ امی کے گھر آیا اور بہت شور شرابا کیا اور مجھ سے موبائل لے لیا اور مجھے تین طلاق دے کر چلا گیا۔ میں ان دنوں مخصوص ایام میں تھی، مجھے معلوم کرنا ہے کہ مجھے طلاق ہوچکی ہے یا نہیں؟ میرے سسرال والے کہتے ہیں کہ میں سسرال جا کر عدت پوری کروں تاکہ شوہر اگر مجھے منائے تو صلح ہوسکتی ہے؟

ج:......صورت مسؤلہ میں اگر سائلہ کی بات حقیقت پر مبنی ہے تو اس صورت میں اسے تین طلاق ہوچکی ہیں اور وہ اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی ہے، اب ان کے درمیان صلح نہیں ہوسکتی۔ عورت چونکہ حیض کی حالت میں تھی۔ اس لئے یہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا بلکہ پاکی کے بعد مزید تین بار حیض عدت شمار کرنی ہوگی۔ عدت پوری کرنے کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ عورت کے سسرال والوں کا یہ کہنا کہ شوہر اگر چاہے تو صلح ہوسکتی ہے، شرعاً غلط ہے۔ حلالہ شرعیہ کے بغیر ان کے درمیان دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۲ ۲ تا ۱۰/ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ، مطابق ۲۳ تا ۳۱/مئی ۲۰۲۳ء شمارہ:۲۰

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

قادیانیت اپنی موت مر رہی ہے!	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مسئلہ ختم نبوت کی حساسیت	۸	ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ
آزاد کشمیر اسمبلی میں قراردادِ ختم نبوت	۱۳	مولانا محمد عادل خورشید
گوادر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیاں	۱۷	رپورٹ: مولانا محمد قاسم رفیع
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۳۶ فصل:.... ۲ھ کے غزوات

غزوات وسرایا کے دونوں بابوں میں ۱ہجری کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اُوپر گزر چکا ہے کہ جہاد وقتال ۱ہجری میں جائز نہیں تھا، اس لئے اس سال کوئی جہاد نہیں ہوا۔

غزوۂ اَبوَاء یا غزوۂ وَدّان:

۱:.... اس سال، ۱۲رصفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الابواء کے لئے، جو غزوۂ وَدّان بھی کہلاتا ہے، تشریف لے گئے، یہ پہلا جہاد تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ مہاجرین کی معیت میں خود شرکت فرمائی، ان میں کوئی انصاری شریک نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم بنایا، اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک تجارتی قافلے کا، جو ملکِ شام سے مکہ واپس آ رہا تھا، تعاقب کرنا چاہتے تھے، مگر قافلہ نکل چکا تھا اس لئے لڑائی کی نوبت نہیں آئی، البتہ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بنی ضمرہ کے درمیان مصالحت ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

اَبواء:.... ''فرع'' کے مضافات میں ایک بستی ہے، اس کے اور جُحفَہ کے مابین، مدینہ کی جانب سے ۲۳ میل کا فاصلہ ہے۔

وَدّان:.... یہ بھی ''فرع'' کے مضافات میں ایک بستی ہے، یہ غزوہ کبھی ''اَبواء'' کی طرف اور کبھی ''وَدّان'' کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ دونوں درحقیقت ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں، یہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں لکھا ہے، مگر قسطلانی اور عینی شرح بخاریؒ میں فرماتے ہیں کہ: ''وَدّان: ابواء اور جُحفہ کے درمیان ایک بڑی بستی ہے جو جُحفہ سے آٹھ میل ہے'' اس صورت میں غزوۂ اَبواء پر غزوۂ وَدّان کا اطلاق، باعتبار وحدت کے نہیں، بلکہ باعتبار قرب کے ہوگا، فتدبر!

غزوۂ بواط:

۲:.... اسی سال ربیع الاوّل یا ربیع الثانی میں غزوۂ بواط ہوا، بواط (باء کے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ) جُہَینَہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے، جو مدینہ سے چار برید (بارہ میل) کے فاصلے پر ینبع کے قریب، رضوی کی جانب واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں قریش کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب کے لئے دوسو مہاجرین کی معیت میں نکلے، عثمان بن مظعونؓ کے بھائی سائب بن مظعونؓ کو مدینہ میں قائم مقام بنایا، اس غزوہ میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

غزوۂ سفوان یا غزوۂ بدرِ اُولیٰ:

۳:.... اسی سال، ربیع الاوّل ہی میں، غزوۂ سفوان ہوا، جس کو غزوۂ بدرِ اُولیٰ بھی کہا جاتا ہے، کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کے مویشیوں پر غارت گری کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو مدینہ کا حاکم بنایا، اور کرز کے تعاقب میں نکلے، مگر وہ جاچکا تھا، اس لئے لڑائی کے بغیر واپسی ہوئی۔

یہ کرز بن جابر مشرکین کے رُؤساء میں سے تھا، مگر بعد میں اِسلام لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سَرِیَّةُ الْعُرَنِیِّین'' کا امیر اسی کو بنایا تھا، یہ فتحِ مکہ میں شہید ہوا، جیسا کہ تیسرے باب میں ۸ ہجری کے ذیل میں آئے گا۔ سفوان (سین، فاء اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ) بدر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، بعض حضرات کے قول کے مطابق یہ غزوہ، غزوۃ العشیرہ کے بعد ہوا، اس کا ذکر ابھی آتا ہے۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قادیانیت اپنی موت مر رہی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۲۸/اپریل ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کے خلاف آزاد کشمیر اسمبلی میں غیر مسلم اقلیت دینے کی قرارداد منظور ہوئی۔ اس قرارداد کے محرک ممبر آزاد کشمیر اسمبلی جناب میجر محمد ایوبؒ تھے۔ جو باغ کے رہنے والے تھے۔ ان کی یاد میں ۲۹/اپریل ۲۰۲۳ء کو مدرسہ تعلیم القرآن باغ میں عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں حاضری کے موقع پر دیکھنے میں آیا کہ پورے آزاد کشمیر کے علماء ومشائخ، تمام مکاتب فکر کے رہنما، تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں کے نمائندگان کا بھرپور اجتماع منعقد ہوا۔ جو صبح ۷ بجے سے تین بجے تک جاری رہا۔ تمام شرکاء ونمائندگان متفق اللسان تھے کہ قادیانیوں کا آزاد کشمیر میں تکبر وغرور خاک ہوگیا ہے۔ کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانے کی سازش پیوند زمین ہوچکی ہے۔ قادیانیت سسک سسک کر جان کنی کے عالم میں پیوست ذلتوں کا ڈھیر بن گئی ہے۔ الحمد للہ!

مندوال تھانہ چونترہ راول پنڈی میں قادیانی فتنہ پر نزع کا عالم:

آزاد کشمیر سے واپسی پر جامع مسجد الرشید گلزار قائد راولپنڈی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہ نما حضرت مولانا قاضی ہارون الرشید کے ہاں ۳۰/اپریل ۲۰۲۳ء کو صبح ناشتہ پر مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد طارق، مولانا محمد بلال، مولانا محمد حسان اکٹھے تھے تو مولانا قاضی ہارون الرشید نے آگاہی دی کہ مندوال تھانہ چونترہ چکری روڈ راولپنڈی میں تقسیم سے قبل سردار پیر بخش قادیانی ہوا، اس کی برادری کے لوگ بھی دیکھا دیکھی قادیانیت میں لتھڑے گئے۔ یہ سب قادیانی جرنیل جنرل عبدالعلی قادیانی اور ملک اختر قادیانی کے اثر ورسوخ اور برادری کے لوگ تھے۔

تب مندوال جامع مسجد حنفی کے قاضی عبدالحنان خطیب تھے۔ انہوں نے قادیانی فتنہ کے خلاف آواز حق بلند کی۔ قاضی عبدالحنان کے بعد ان کے بھتیجے قاضی ضیاء الدین، پھر ان کے بیٹے قاضی نورالحق اور اب مولانا قاضی ہارون الرشید نے اس مسجد کا اہتمام وتولیت سنبھال رکھی ہے۔ اب اس گاؤں میں بچوں کی تعلیم کا مدرسہ بھی جاری ہے۔ بنین کے لئے بھی حفظ وناظرہ کا قاضی صاحب نے اہتمام کر رکھا ہے، جمعہ ہوتا ہے۔

قاضی ہارون الرشید نے بتایا کہ قاضی ضیاء الدین کے زمانہ ۱۹۶۳ء میں ایک بار مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کا گاؤں میں جلسہ رکھا گیا، شدید گرمی کا موسم تھا۔ مولانا قاضی احسان احمدؒ نے تشریف لاتے ہی فرمایا کہ گاؤں کے قادیانی سردار پیر بخش کو ملنے کے لئے میں نے ان کے ڈیرہ پر جانا ہے۔ پیر بخش قادیانی سردار کا نواسہ سردار فتح خان مسلمان تھا۔ مولانا قاضی احسان احمد، مولانا قاضی ضیاء الدین، سردار گانموں، سردار عبدالجبار، سردار خضر حیات، ماسٹر پرویز مسلمانوں کی طرف سے اور قادیانیوں کی طرف سے سردار پیر بخش قادیانی اس کا بیٹا مہدو خان قادیانی، منشی نواز قادیانی، سردار پیر قادیانی، یوسف قادیانی، قادیانی مربی سردار اولیاء خان، سردار فتح خان مسلمان کے گھر میں جمع ہوئے۔ مولانا قاضی احسان احمدؒ، مولانا ضیاء الدین مسلمانوں کی طرف سے اور سردار پیر بخش وسردار اولیاء خان مربی قادیانیوں کی طرف سے نمایاں تھے۔ مشترکہ بیٹھک ہوئی۔ حضرت قاضی احسان احمدؒ نے

فرمایا: سردار پیر بخش میں تو آپ کو ملنے آپ کے دروازہ پر آنا چاہتا تھا۔ یہ آپ کے نواسہ سردار فتح خان نے آپ ہم سب کو یہاں جمع کر دیا ہے۔

حضرت قاضی احسان احمد صاحبؒ نے قرآن مجید ہاتھ میں لیا۔ اس کا ایک رکوع نکالا، قادیانی مربی اولیاء خان سے کہا آپ اس کی اوّلاً تلاوت کردیں، پھر خود اس کا ترجمہ کردیں۔ پیر بخش اور اولیاء قادیانی دونوں نے حضرت قاضی احسان احمد صاحب سے تکرار واصرار کے ساتھ کہا کہ نہیں آپ تلاوت بھی کردیں اور ترجمہ بھی سمجھا دیں۔ جب ان قادیانی حضرات کے اصرار نے لجاجت کی شکل اختیار کر لی اور یہی قاضی صاحب چاہتے تھے کہ یہ قادیانی ہماری بات سننے کے لئے آمادہ ہوں تو حضرت قاضی ضیاء الدین خطیب مسجد حنفی کے بھتیجے قاضی ضیاء الرحمٰن نے تلاوت کی اور پھر حضرت قاضی احسان احمد صاحب نے ترجمہ وتفسیر شروع کی۔ انداز ایسا تبلیغی واصلاحی تھا کہ خود بھی رو رہے تھے، مسلمان اور قادیانی شرکاء پر بھی رقت طاری تھی۔ ایسا پُراثر بیان تھا کہ قرآن مجید کا ایک ایک کلمہ چمکتے آبدار موتیوں کی طرح تسبیح میں پروئے گئے۔ آخر قاضی احسان احمد نے سردار پیر بخش قادیانی سے فرمایا: سردار صاحب! مختلف ڈبوں پر مشتمل گاڑی سفر زندگی کے لئے اسٹیشن پر تیار ہے، کیا اس گاڑی کو ایک انجن کی ضرورت ہے یا دو انجنوں کی؟ قادیانی سردار نے کہا: ایک انجن کی! تو حضرت قاضی صاحب نے فرمایا: انجن محمد عربی ﷺ جو چودہ سو سال سے لے کر اب تک امت کی راہ نمائی کی گاڑی چلاتے آرہے تھے، اب آکر اس انجن میں کیا کمی وکمزوری واقع ہوگئی کہ اب دوسرے انجن (مرزا قادیانی) کو آپ یہ ڈیوٹی دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام معاذ اللہ! اب فارغ ہوگئے۔ ان کی تعلیمات میں نقص آگیا اب اکیلے ان کے ماننے سے نجات نہ ہوگی۔ اب انجن دوسرا لگاؤ گے مرزا قادیانی کا، تو انسانیت کی نجات ہوگی۔ ورنہ مرزا قادیانی کے مانے بغیر تمہاری نجات نہیں۔ بتایئے محمد عربی ﷺ میں کیا نقص واقع ہوا (معاذ اللہ) کہ آپ نے انجن بدل لیا۔ اس کو ایسے مؤثر پیرایہ میں بیان کیا کہ سبھی حاضرین ہر دو فریق دل نرم، سانس گرم اور آنکھیں پُرنم تھیں۔ اب مجلس میں اطلاع آئی کہ مسجد میں جلسہ شروع ہے، سامعین سراپا انتظار، ایک گھنٹہ کی یہ اہل اسلام اور قادیانیوں کی محفل یوں گزری کہ وقت گزرنے کا کسی کو احساس تک نہ ہوا۔ پوری محفل اٹھی اور جلسہ گاہ کو روانہ ہوگئی۔ قادیانی سردار پیر بخش بھی ہمراہ ہوگیا، اس کے ساتھ قادیانی بھی۔ مسجد سامعین سے بھری ہوئی، قریب کی عمارتوں پر اس قادیانی سردار نے بندوقوں سے مسلح قادیانی افراد بٹھا رکھے تھے۔ اب جب مسلمان قائدین اور قادیانی گروپ ایک ساتھ جلسہ میں آئے تو منظر بدل گیا۔ مسلمان مارے خوشی کے جھومنے لگے اور قادیانی مسلح افراد پر اس شدید گرمی کے باوجود ندامت کی اوس پڑ گئی۔ مسجد کل گیارہ مرلہ کی سامعین سے کھچا کھچ بھری نہیں، اٹی نظر آتی تھی۔ گرمی کا موسم لوگ مارے پسینے کے شرابور تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے تقریر کے دوران ایک بار آسمان کی طرف چلچلاتی دھوپ میں دیکھا اور فرمایا: ’’اللہ میاں آپ دیکھ رہے ہیں بہت گرمی ہے فضل چافرما۔‘‘

اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے بادل چھا گئے۔ مینہ برسنا شروع ہوا، ادھر قاضی صاحب برس رہے ہیں، ادھر بارش۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر سراپا شکر گزار ہوگئے۔ مسلمان عبادشاکرین اور قادیانیوں کی اس منظر کے باعث گردنیں جھکیں اور نظریں زمین پر گڑھی نظر آتی تھیں۔ سیرت النبی ﷺ پر بیان شروع ہوا۔ آپ ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین سے بات خاتم النّبیین تک پہنچی۔ آنجہانی مرزا قادیانی کے ٹاٹ کے پیوند کے بخیئے بھی ادھڑتے گئے۔

قاضی صاحب تو بیان کر کے چلے گئے، لیکن قادیانیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو دلائل اور اخلاقی اعتبار سے اتنا اونچا کر گئے کہ منظر بدلنے لگا۔ آدھا گاؤں اس قادیانی سردار پیر بخش کی برادری کا قادیانی یا ان سے مرعوب، لیکن اب مسلمان ایسے صف آراء ہوئے کہ قادیانیت سرنگوں ہونے لگی۔

قاضی ضیاء الدین کے زمانہ میں مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبداللطیف جہلمی، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا غلام اللہ خان تشریف لاتے رہے۔ حضرت قاضی مظہر حسین، قاضی ضیاء الدین کو خط لکھ دیتے وہ پروگرام ترتیب دے لیتے۔ اس کے مطابق مولانا عبداللطیف جہلمی، مولانا قاضی مظہر حسین، قاضی ضیاء الدین آج اس گاؤں، کل اس سے اگلے گاؤں، ہفتہ دس دن میں پورے علاقہ کا ایسا تبلیغی سفر ہوتا کہ کوئی گاؤں جلسہ کے بغیر نہ رہتا۔ دوست ملتے گئے

کارواں بنتا گیا۔

پھر قاضی نورالحق کا دور آیا تو مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد ضیاء القاسمی، سید عبدالمجید ندیم شاہ اور اکابر خدام اہل سنت کے دورے ہوتے۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ادھر قادیانی سردار پیر بخش کے دو پوتے مہدو خان کے بیٹے چناب نگر پڑھنے گئے دونوں قادیانی تھے۔ ایک کا نام محمد علی، دوسرے کا نام خالد۔ قادیانی پروفیسر نے چناب نگر میں اسلامیات کے پیریڈ میں ایسی بات کہہ دی جس سے پیغمبر اسلام ﷺ پر ملعون قادیان کی برتری کا پہلو نکلتا تھا۔ محمد علی نے تو یہ سن کر قادیانیت کا جواء چناب نگر میں اتار پھینکا اور مسلمان ہوکر گاؤں آ گیا۔ بعد میں دوسرا بیٹا خالد ان کی اولاد در اولاد یکے بعد دیگرے مسلمان ہوئے۔ گاؤں کے اکثر مسلمان ہو گئے۔ کچھ مرکھپ گئے۔ کچھ ملازمتوں کے باعث گاؤں چھوڑ گئے۔

ایک وقت تھا کہ مندوال آدھا قادیانیت کے زیر اثر تھا۔ اب صرف دو گھر قادیانی رہ گئے وہ بھی نام کے، ادھر مسلمانوں کی مسجد ۱۱ مرلہ سے ایک کنال ہوگئی۔ خطبہ جمعہ، عیدین، جلسے، بیانات، مدرسہ بنین و بنات، لٹریچر و تبلیغ آج بھی اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء۔ قادیانیت نزع کے عالم میں پیوند زمین ہے اور اسلام سرو قد کھڑا مسکرا رہا ہے۔

زیدہ ضلع صوابی کی رپورٹ:

اوپر عرض کیا ہے کہ کشمیر اور راولپنڈی کے بعد سوات آنا تھا، شموزئی میں ایک بڑی کانفرنس ہوئی۔ حضرت قاری اکرام الحق صاحب کی والدہ محترمہ مرحومہ کی تعزیت کے لئے جانا ہوا۔ دوستوں نے بتایا کہ زیدہ میں کسی دور میں قادیانیت کا جن بوتل سے باہر تھا۔ علماء دین دھیرے دھیرے حق وصداقت کا علم لے کر چلتے رہے۔ اب کیفیت یہ ہے کہ ٹوپی، مردان، صوابی، سرائے نورنگ، اسماعیلیہ، شب قدر، ڈھیری جہاں جہاں قادیانی تگنی کا ناچ ناچتے تھے۔ اب ہر جگہ زخمی سانپ کی طرح ریت میں منہ دبائے تیزی سے نظروں سے اوجھل ہوکر رہ گئے یا زیدہ میں قادیانی ٹاں ٹاں کرتے تھے، اب فش، فش کے قابل بھی نہیں رہے۔ صرف دو قادیانیوں کی کوٹھیاں ہیں وہ ملعون قادیان کی قبر کی طرح کیڑوں مکوڑوں کی آماج گاہ ہیں۔

زیدہ کا ہی ایک پیر گھرانہ، حضرت مولانا مفتی رضاء الحق افریقہ میں اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے اور دوسرے بھائی حضرت مولانا مفتی اعزاز الحق شاہ منصور میں عظیم خانقاہ، عظیم جامعہ ودارالافتاء کے مہتمم، عالمی مجلس صوابی کے امیر محترم علاقہ کی نامور دینی شخصیت ہیں۔ زیدہ سے قادیانیت دم دبا کر بھاگ گئی۔ اسلام نے زیدہ، صوابی، افریقہ تک اپنے ماننے والوں کو سربلند کردیا۔ سچ ہے حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔

ایک ملعون قادیانی قاضی یوسف نے سرحد میں قادیانی فتنہ کی تاریخ پر کتاب لکھی۔ ایک قادیانی اجمل شاہد نے احمدیت کا نفوذ کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی۔ دونوں کتابوں میں پچاس سالوں سے زائد کا فرق، پچاس سال مؤخرالذکر کتاب میں مصنف جگہ جگہ قادیانیت کے ختم ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ ہے کوئی اللہ کا بندہ جو خیبر پختون خوا میں عقیدہ ختم نبوت کی تحفظ کی فاتحانہ یلغار کو قلمبند کردے۔ رب محمد کی قسم! مجھے پورے خیبر پختون خوا میں قادیانیت سرنگوں نظر آرہی ہے اور اسلام بلند قامت ایسا کہ آسمان کو چھو رہا ہے۔ یہ کتاب آنی چاہئے ضروری بہت ضروری۔ وماذالک علی اللہ بعزیز!

اس مضمون نے اتنی طوالت اختیار کرلی کہ حالات حاضرہ پر کچھ نہ لکھ پایا، ویسے حالات بھی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ صبح شام تبدیلی حالات کے باعث اچھا ہوا کہ غیر یقینی کی کیفیت سے قارئین کو نہ گزرنا پڑا۔ اگلے پرچہ کا انتظار فرمائیے۔ ورنہ:

وسعتِ دل بہت، وسعتِ صحراء کم ہے اس لئے مجھے تڑپنے کی تمنا کم ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

مسئلہ ختم نبوت کی حساسیت

ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ ☆

ختم نبوت کا موضوع مسلمانوں کے لیے محض کسی علمی دلچسپی کا موضوع نہیں ہے، بلکہ یہ اُن کے ایمان، اُن کے عقیدے اور اُن کے دین کا ایک بنیادی پتھر ہے جس پر پوری دینی زندگی کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

عام طور پر ختم نبوت کا ذکر جب آتا ہے تو ذہن متوجہ ہوتا ہے بعض ایسی منحرف تحریکات کی طرف، جنھوں نے ختمِ نبوت کے عقیدے پر ضرب لگائی اور اُن تحریکوں سے مسلمانوں کا جو مناظرہ پچھلے سو یا سوا سو سال میں پیدا ہوا ہے۔ اُس طرح کے مباحث کی طرف ذہن جاتا ہے اور یہ اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ دراصل اس موضوع کی اہمیت کیا ہے اور مسلمان روزِ آغاز سے ختمِ نبوت کے بارے میں اتنے حساس اور اتنے غیر معمولی طور پر آگاہ اور ہوشیار کیوں رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے فوراً بعد کئی لوگوں نے نبوت کے دعوے کیے، لیکن صحابہ کرامؓ نے ان میں سے کسی کے بارے میں ذرہ برابر نرمی یا مداہنت سے کام نہیں لیا اور ان کو اسلام کے لیے ایک ایسا خطرہ قرار دیا کہ جس سے کسی قسم کی مصالحت یا جس کے بارے میں کسی قسم کی کمزوری ایک قومی اور اجتماعی خودکشی کے برابر قرار دی گئی۔

آپ کے علم میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں، رسول ﷺ کے مبارک دور میں اور خلفائے راشدین کے بعد بھی دنیائے اسلام میں عیسائی بھی موجود تھے، دنیائے اسلام میں یہودی بھی موجود تھے، آتش پرست بھی تھے جو آگ کو پوجتے تھے، بت پرست بھی تھے جو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ لیکن ان سب کو زندہ رہنے کی اجازت دی گئی، ان سب کو آزاد شہری کے طور پر تسلیم کیا گیا اور اُن کے شہری حقوق وہی تسلیم کیے گئے جو کسی مسلمان کے حقوق تھے۔ فقہ کی ایک مشہور کتاب ہدایہ ہے، جس میں لکھا ہوا ہے کہ جب کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست کی شہریت قبول کرے گا تو **لھم ما علیھم وعلیھم ماعلینا** یعنی جو اُن کے حقوق ہیں وہ ہمارے ہوں گے اور جو ہمارے حقوق ہوں گے وہ اُن کے ہوں گے، جو ہماری ذمہ داریاں ہوں گی وہ اُن کی ہوں گی اور جو اُن کی ذمہ داریاں ہوں گی وہ ہماری ہوں گی۔ یعنی اس میں کوئی فرق نہیں رہا، کسی مسلمان میں اور یہودی میں، مسلمان میں اور عیسائی میں، مسلمان میں اور آتش پرست میں، مسلمان میں اور بُت پرست میں۔ لیکن اس تمام تر وسیع الصدری کے باوجود اور اسلام کے اس انتہائی عادلانہ اور رحم دلانہ رویے کے باوجود کبھی بھی اسلامی تاریخ میں کسی ایسے شخص یا گروہ کے ساتھ ایسی نرمی نہیں برتی گئی جس کے لیڈر نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو یا مسلمانوں کے اندر کسی نئی نبوت کی دعوت دی ہو یا کسی ایسے مذہبی دعویدار کی لیڈرشپ تسلیم کی ہو جو اپنے لیے نبوت کے اختیارات کا دعویٰ کرتا ہو۔ میرے الفاظ پر ذرا غور فرمائیے گا، میں نے بڑے احتیاط سے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مسلمانوں نے نہ تو کسی مدعی نبوت کے بارے میں کسی مصالحت کا ثبوت دیا، نہ کسی ایسے گروہ کے بارے میں نرمی کا رویہ اختیار کیا، جس نے کسی مدعی نبوت کی نبوت کو تسلیم کیا ہو، نہ کسی ایسے شخص کے بارے میں کمزوری کا مظاہرہ کیا، جس نے نبوت کے اختیارات استعمال کیے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ مختلف علاقوں کے وفود آتے تھے، مختلف علاقوں کے قبائل کی طرف سے خطوط آپ کے پاس قبولِ اسلام کے یا اسلام کی بالادستی کو تسلیم کرنے کے بارے میں آتے تھے۔ ایسے بے شمار لوگ تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا اور ایسے بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول تو نہیں کیا لیکن یہ کہلا بھیجا یا خود آکر عرض کیا کہ ہم اپنے مذہب پر

☆...... سابق جج وفاقی شرعی عدالت، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور، سابق پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

قائم رہیں گے۔ہم اسلام کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہیں۔آپ ﷺ کی حکومت کا نظام ہم مانتے ہیں،لیکن آپ ہمیں اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت دیں۔ایسے لوگ بھی بہت تھے۔اور رسول اللہ ﷺ نے سب کے مطالبات کو قبول کیا۔یہودیوں کو،عیسائیوں کو،سب کو جزیرہ عرب میں رہنے کی اجازت دی۔ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی اختلاف یا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں، بنوحنیفہ ایک قبیلہ تھا،اُس کا ایک وفد آیا۔جس میں دو آدمی شامل تھے،اُنہوں نے آ کر حضور ﷺ کو خط پیش کیا کہ ہمارے لیڈر نے آپ کو یہ خط لکھا ہے۔اُس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ کے نام ہے۔جس طرح اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے، مجھے بھی رسول بنایا ہے اور اس معاملے میں مجھے آپ کا شریک کر کے بھیجا ہے۔ وانی اُشرکت معک فی الامر۔ لہٰذا جتنی زمین ہے عرب کی، یہ آدھی میری ہے اور آدھی آپ کی۔ لیکن قریش اس طرح کے انتظام کو قبول نہیں کریں گے۔(اس مفہوم کا خط اُس نے بھیجا)

رسول اللہ ﷺ نے پڑھوا کر سنا،ایک صاحب نے پڑھ کر سنایا۔آپ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ (یہ پوری تفصیل سیرت کی اور حدیث کی کتابوں میں موجود ہے) میں جو آپ کو سنا رہا ہوں یہ سیرت ابن ہشام میں اس طرح لکھا ہے، جو سیرت کی قدیم، مستند اور جامع ترین کتابوں میں سے ایک ہے، حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ ماتقولان انتما؟ انہوں نے کہا: جو ہمارا سردار کہتا ہے وہ ہم بھی کہتے ہیں۔یعنی ہم اُس کو نبوت میں آپ کا شریک مانتے ہیں۔اُس نے حضور ﷺ کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھا۔اس نے نہیں کہا کہ آپ ﷺ نبی نہیں ہیں، کیونکہ اُس نے جو خط لکھا وہ محمد رسول اللہ کے نام سے لکھا، یہ بھی نہیں کہا کہ میں نے آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر دیا اور یہ بھی نہیں کہا کہ میں قرآن کو نہیں مانتا۔مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کے ہاں پانچ وقت کی نماز اسی طرح ہوتی تھی، وہ قرآن کو بھی مانتا تھا، باقی سارے احکام کو بھی مانتا تھا۔اُس نے صرف اتنا دعویٰ کیا تھا کہ میں نبوت میں آپ ﷺ کا شریک ہوں یعنی Co.Prophit ہوں، انگریزی میں اگر کہیں تو Co.Prophit میں بنا کر بھیجا گیا ہوں،شریکِ نبوت ہوں آپ ﷺ کا، وانی اُشرکت معک فی الامر۔ مجھے زمین میں تھوڑا سا اختیار دے دیں، اقتدار میں شریک کر لیں، زمین آدھی مجھے دے دیں اور اپنا شریک مان لیں۔ باقی کسی چیز کا انکار نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے پوچھا: ’’تم کیا کہتے ہو؟‘‘

تو انہوں نے کہا: جو ہمارا سردار کہتا ہے، ہم بھی وہی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’لولا ان الرسل لاتقتل لضربت اعناقکما‘‘ اگر ایلچیوں کا قتل کر دینا ناجائز نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن اُڑا دیتا۔‘‘ گویا نبوت کا دعویٰ اسلامی ریاست میں ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا موت ہے۔ یہودیت کی سزا موت نہیں ہے، عیسائیت کی سزا، بت پرستی کی سزا، شراب پینے کی سزا، بدکاری کی سزا کسی بھی چیز کی سزا اگر غیر مسلم کرے تو موت نہیں ہے۔ لیکن نبوت کا دعویٰ اگر غیر مسلم کرے یا مسلمان کرے گا اسلامی ریاست کے اندر تو اس کی سزا سزائے موت ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایلچی تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو سزائے موت نہیں دی، واپس کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے۔ صحابہ کرامؓ نے فوجی کارروائی کی۔

اور سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے دور میں سب منکرینِ نبوت یا مدعینِ رسالت جتنے بھی تھے، سب کا قلع قمع ہو گیا اور فوجی کارروائی کے نتیجے میں وہ ختم ہو گئے۔ لیکن محض فوجی کارروائی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اُن کی پوری تحریک کو، جو بھی اُن کو ماننے والوں کا گروہ تھا، اُس کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دے دیا گیا اور اُن کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ مسیلمہ تو مارا گیا، اسود عنسی بھی مارا گیا اور بھی کئی مارے گئے۔ لیکن جو ان کے ماننے والے تھے، فالورز تھے۔ اُن کو مجبور کیا گیا کہ وہ اسلام قبول کر لیں، اُن کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ مسیلمہ کے مذہب پر کاربند رہیں یا آزادی اُن کو مل گئی ہو کہ مسیلمی ہیں یا اسودی ہیں یا طلیحی ہیں، ایسا نہیں ہوا۔

سیدنا عثمان غنیؓ کے دور میں، یعنی اس واقعہ کے تقریباً سترہ یا اٹھارہ سال کے بعد یا شاید اس کے لگ بھگ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو مشہور صحابی ہیں اور فقہا صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ صحابہؓ میں جب کہا جائے کہ عبداللہؓ نے یہ کہا ہے، مطلقاً جب عبداللہ کا لفظ آئے تو اس سے عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہوتے ہیں۔ صحابہؓ میں بہت سے عبداللہ ہیں، لیکن صرف مطلقاً آئے کہ عبداللہ کی یہ رائے ہے تو اس سے مراد ہیں عبداللہ

بن مسعودؓ۔ اور عبادلہ اربعہ یا عبادلہ ثلاثہ کہا جائے کہ تین عبداللہ تو سب سے پہلے اُن کا نام آئے گا۔ ان کو جب حضرت عمر فاروقؓ نے کوفے میں قاضی القضاۃ بنا کے بھیجا تھا تو انہوں نے اہلِ کوفہ کو ایک خط لکھا تھا کہ کوفہ کے مسلمانو! میں ایک قربانی دے رہا ہوں، میں اپنی ضرورت ختم کر کے تمہاری ضرورت کو ترجیح دے رہا ہوں اور عبداللہ کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، ان کی ضرورت مجھ کو زیادہ ہے مدینہ میں لیکن میں اپنی ضرورت قربان کر کے تمہاری خاطر ان کو بھیج رہا ہوں، اس درجے کے انسان تھے۔

اُن کو کسی نے آ کر اطلاع دی کہ کوفے میں کوئی مکان ہے جس میں مسیلمہ کے قبیلے کے بعض لوگ جمع ہوتے ہیں اور مسیلمہ کے مذہب کے مطابق اُس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو بھی تذکرہ مسیلمہ کے ماننے والے کرتے ہوں گے، مسیلمہ نے وحی کا بھی دعویٰ کیا تھا اور اس کے فضول، لغو اور مہمل قسم کے جملے اور عبارتیں تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ان خرافات کو پڑھتے ہوں گے وہ، اس میں ایک بڑا مہمل سا جملہ تھا جو اس نے بطورِ وحی کے پیش کیا۔ یاضفدع! نقی نقی لاالماء تکدرین ولاالشارب تمنعین ترجمہ: اے مینڈک تو ٹرٹر کر! اس لیے کہ تیرے ٹرٹر کرنے سے نہ پانی گندہ ہوگا اور نہ پانی پینے والے کو تو روک سکے گی۔ یہ بھی ایک چیز اس وحی میں شامل تھی جس کا مسیلمہ نے دعویٰ کیا تھا۔

بہر حال اس طرح کی چیزیں پڑھا کرتے تھے۔ وہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو بلایا، طلب کیا۔ ان سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ تو کچھ لوگوں نے فوراً معافی مانگ لی۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو معاف کر دیا، کچھ لوگوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا، انہوں نے ان کو اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دی، اور اس مکان کو انہوں نے منہدم کرا دیا جس مکان میں جمع ہو کر وہ یہ کام کرتے تھے اور مکان کو گرا دیا۔ ان میں سے ایک شخص تھا جس کو انہوں نے کہا: ”تم وہی آدمی ہو جو مدینہ میں مسیلمہ کا خط لے کر آئے تھے“ جو دو آدمی تھے اُن میں سے ایک ہو۔ اس نے کہا: جی! میں اُن میں سے ایک ہوں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: اس کو قتل کر دو۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ اُس وقت یہ ایلچی تھا، اس لیے اس کو سزائے موت نہیں ملی۔ لیکن اب یہ ایلچی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ سزائے موت جو اس وقت مستوجب ہوئی تھی، وہ اب میں نافذ کرتا ہوں۔ انہوں نے اس کو سزائے موت دے دی اور وہ تحریک ختم ہوگئی۔

یہ تفصیل میں نے اس لیے عرض کی کہ بعض لوگ آپ کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے ملیں گے کہ فلاں صاحب تو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بڑے قائل ہیں۔ فلاں صاحب نے تو نعتیہ شعر بھی کہے ہیں، فلاں صاحب کے ماننے والے تو نماز بھی پڑھتے ہیں، فلاں صاحب کے ماننے والے تو روزہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو جس نے حضور ﷺ کی نبوت کو تسلیم کر کے خط لکھا، جس نے حضور ﷺ کی شریعت کو مانا، اپنے ماننے والوں سے اس پر عمل کروایا اور کم از کم کوفے میں تو آج کل کی اصطلاح کے مطابق بڑے پُرامن طور پر رہتے تھے، کوئی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا نہیں کر رہے تھے اور خاموشی سے اپنے گھر میں جا کر جو بھی کرنا ہوتا تھا کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صحابہ کرام کی بالاتفاق اجازت سے، سیدنا عثمان غنیؓ نے اس کو Approve کیا اور صحابہ کرامؓ نے اس سے اتفاق کیا تو اس کو سزائے موت دی۔ اس سے یہ اندازہ اچھی طرح ہو جائے گا کہ ختم نبوت کے بارے میں بالاجماع، صحابہ کرامؓ کے زمانے سے اور رسول اللہ ﷺ کے واضح ارشادِ گرامی سے کیا اُسوہ ہمارے سامنے آتا ہے، یہ تو گویا اس کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا۔ یہ تو ایک مختصر سی تمہید تھی جو میں نے پہلے اس لیے عرض کی کہ واقعے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے کہ مسئلے کی اہمیت کتنی ہے۔

ختمِ نبوت پر بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہمیں نبوت کا اندازہ ہو کہ نبوت کیا ہے اور نبوت کی مسلمانوں کی زندگی میں، مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں، دین میں، عقائد میں اور عام زندگی میں کیا اہمیت ہے۔ دیکھیے! اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں۔ اور ہر آسمانی دین کے عقائد بنیادی تین ہوتے ہیں۔ اللہ کی ذات پر ایمان، روزِ آخرت پر ایمان اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان۔ اس میں اللہ کی ذات پر ایمان کے معاملے میں بہت سے لوگ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں، یہودی بھی اللہ کو مانتے ہیں، توحید کے قائل ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہودی توحید کے قائل نہیں، کم از کم اُن کی اکثریت۔ عیسائی اور یہودی دونوں عقیدہ آخرت میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں۔ دونوں مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے قائل ہیں، دونوں جنت و دوزخ کے

قائل ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان جو امتیازی خط ہے وہ کیا ہے؟ توحید پر ایمان تو نہیں، توحید پر ایمان تو یہودی بھی رکھتا ہے۔ وہ آخرت پر ایمان بھی نہیں ہے، آخرت پر ایمان عیسائی بھی رکھتے ہیں، یہودی بھی رکھتے ہیں، تو ان کے درمیان مابہ الامتیاز جو ہے وہ کیا ہے؟ مابہ الامتیاز صرف اور صرف نبوت پر ایمان ہے۔ عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، عیسائی تورات کو مانتے ہیں۔ عیسائی عہد نامہ قدیم کو مانتے ہیں، آج بھی کسی عیسائی سے کہو کہ بائبل کی کاپی دے دو، کوئی بھی بائبل کا نسخہ دے دو تو آپ کوئی بھی بائبل کا نسخہ اٹھا کر دیکھ لیں، اس بائبل میں عہد نامہ قدیم شامل ہے۔ بائبل اگر آپ نے دیکھی ہو تو اُس کے دو حصے ہیں، عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید۔ عہد نامہ قدیم سے مراد وہ مذہبی کتابیں ہیں جو اُن کے بقول حضرت عیسیٰؑ سے پہلے کی ہیں، تورات سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کے آنے تک جتنے بھی اسرائیلی نبی آئے، اُن سب کی تعلیمات کا خلاصہ، اس کو عہد نامہ قدیم کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے تشریف لانے کے بعد سے جو کتابیں یا مذہبی چیزیں لکھی گئی ہیں، وہ عہد نامہ جدید کہلاتی ہیں۔ تو بائبل میں دونوں چیزیں شامل ہیں، عہد نامہ قدیم بھی اور عہد نامہ جدید بھی۔ اور بنی اسرائیل کی تاریخ میں جتنے بھی پیغمبر آئے، سب کو عیسائی مانتے ہیں۔ عیسائی ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے، عیسائی نظری طور پر حضرت موسیٰ کی شریعت کے پابند اپنے کو قرار دیتے ہیں لیکن وہ یہودی نہیں ہیں، یہودی ان کو یہودی نہیں مانتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے قائل ہیں، جس کے یہودی قائل نہیں یہودیوں کو عیسائیوں سے کیا چیز منفرد کرتی ہے، کیا چیز متمیز کرتی ہے، جو چیز متمیز کرتی ہے وہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان ہے۔ توحید اور آخرت پر ایمان نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ یا بقیہ کتابوں پر ایمان نہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان ہے جو دونوں کو الگ کرتا ہے۔ عیسائیوں کو مسلمانوں سے کیا چیز متمیز کرتی ہے؟ قدیم عیسائی جو توحید کے بھی قائل تھے، جو آخرت کے بھی قائل تھے، جو حضرت عیسیٰؑ کے بھی قائل ہیں، جو وحی اور آسمانی فرشتوں، آسمانی کتابوں کے بھی قائل ہیں۔ وہ مسلمان کیوں نہیں ہیں؟ یا مسلمان عیسائی کیوں نہیں؟ اس لیے کہ وہ فرق رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہے۔ عیسائی رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے اور مسلمان رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ کسی بھی ایسے ذریعے پر ایمان جو اس پیغمبر کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے اللہ سے رابطہ وسوال کرتا ہو، اس کی بنیاد پر ایک نئی اُمت قائم ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایمان محض ایک نظری چیز ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جس کا عملاً کوئی نتیجہ اُس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک نبوت پر ایمان نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟

آخرت پر ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟ آخرت میں ہم نے جا کر نہیں دیکھا، جو جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا۔ لہٰذا ذریعہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ محض بے معنیٰ دعویٰ ہے۔ جب تک نبوت کی تعلیم کے مطابق اس کے تقاضوں پر عمل نہ کیا جائے۔ توحید کے قائل اور ایک نیک اور مبہم توحید کے قائل تو اسلام سے پہلے کئی لوگ تھے، آپ نے زید بن طفیل کا نام سنا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کا چچا تھا، وہ توحید کا قائل تھا، لیکن اس توحید سے آدمی مسلمان تو نہیں ہوتا۔ لہٰذا توحید کے لیے ضروری ہے کہ نبوت پر ایمان ہو اور نبوت کی تعلیم کی روشنی میں اس کے تقاضوں کی نشان دہی کی گئی ہو اور ان تقاضوں پر آدمی چل کر دکھائے تو پھر توحید کا تقاضہ پورا ہوتا ہے، پھر روزِ آخرت کا تقاضہ پورا ہوتا ہے۔ لہٰذا بنیادی چیز جو مسلمان کو غیر مسلمان سے متمیز کرتی ہے یا یہودی کو عیسائی سے متمیز کرتی ہے یا عیسائی کو مسلمانوں سے متمیز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کا ترجمان اور آخری حوالہ اور حتمی معیار آپ کی نظر میں کون ہے؟ جو آخری حوالہ ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے باب میں، جو واحد اور پہلا و آخری ذریعہ ہے توحید کے تقاضوں پر عمل درآمد کرنے کے بارے میں وہ کون ہے؟ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو اس کو ماننے والا عیسائی ہے، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک ہے تو اس پر ایمان رکھنے والا مسلمان ہے اور اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور شخص ہے، چاہے وہ کسی نام سے، کسی عنوان سے، کسی بھی انداز سے وہ دعویٰ کرتا ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔

اگر حق اور باطل کا آخری معیار، حق و باطل کا حقیقی معیار، اگر صحیح اور جھوٹے کی صحیح کسوٹی اور حتمی اور آخری کسوٹی، قطعی کسوٹی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اور اس سے مخالف ہر چیز چاہے وہ کسی کا بھی قول ہو، بڑے سے بڑے آدمی کا، چاہے کسی پیغمبر کی شریعت ہو، حضرت موسیٰ کی شریعت ہو، حضرت عیسیٰ کی شریعت ہو۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی سے

متعارض ہے تو وہ قابلِ قبول نہیں ہے ہمارے لیے۔ اگر یہ ہے تو آدمی مسلمان ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو آدمی مسلمان نہیں ہے۔ یہی ختم نبوت ہے، اسی کو ختمِ نبوت کہتے ہیں، ختمِ نبوت کا یہی مفہوم ہے۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کوئی اور وحی اور نبی نہیں آئے گا، جب تک اللہ نے ضرورت محسوس کی مختلف پیغمبر بھیجے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک چھوٹا بچہ جو پرائمری اسکول میں داخل ہوتا ہے تو اس کو شہریت کے ابتدائی اصول پڑھائے جاتے ہیں، تاریخ پڑھاتے ہیں آپ اس کو، ایک چھوٹے بچے کو، ایک چھ سال کے بچے کو پہلی کلاس میں۔ تاریخ کے بڑے بڑے اصول ہوتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر ایسے تھے، پھر مسلمانوں کا یہ ہوا، پاکستان بنا، قائد اعظم نے اس کی قیادت کی۔ جنرل باتیں چار پانچ آپ نے بتا دیں۔ جغرافیہ پڑھایا تو اپنے شہر کا پڑھا دیا، پھر اور آگے بڑھا تو اپنے ضلع کا پڑھا دیا اور آگے بڑھا تو اپنے ڈویژن کا پڑھایا۔ ہوتے ہوتے اُس نے پی ایچ ڈی کرنا شروع کردی، پھر پوسٹ ڈاکٹریٹ میں آپ نے اُس کو ریسرچ دے دی۔ جب وہ پولیٹکل سائنس میں پوسٹ ڈاکٹریٹ کرے گا یا جغرافیہ میں پوسٹ ڈاکٹریٹ کرے گا۔ تو اُس نے جو پہلی کلاس میں پڑھا ہے، اُس میں کوئی بنیادی طور پر تعارض نہیں ہوگا، لیکن فرق ہے زمین آسمان کا۔ پہلی کلاس میں جو چیز پڑھائی گئی اُس میں اور پوسٹ ڈاکٹریٹ میں جو وہ کر رہا ہے، Research کر رہا ہے، اس میں فرق ہے زمین آسمان کا، لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ متعارض ہیں دونوں ایک دوسرے سے۔ یہی کیفیت ہے نبوت کے بارے میں۔ جب انسان اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں تھا اور ذہنی طور پر، فکری طور پر تجربے کے لحاظ سے، اپنی ساخت کے لحاظ سے زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں چھوٹے چھوٹے پیغمبر بھیجے، بلاتشبیہ آپ اسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے پرائمری کے ٹیچر تھے۔ جنہوں نے ہر سطح پر، ہر بستی، ہر گاؤں، ہر جگہ۔ ایک ایک بستی میں کئی کئی بھی ہوتے تھے۔ سورۃ یٰسین میں ہے: **فعززنا هما بثالث** یعنی پہلے دو بھیجے، پھر ایک صاحب اور بھیج دیئے۔ بستی بہت بڑی ہوگی، تین کی ضرورت پڑی ہوگی، پھر ایک ایک قبیلہ میں ایک ایک بھیجا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بہت سارے پیغمبر بھیجے۔ پھر جس طرح بچہ ترقی کرتا ہے اور ترقی کرنے کے بعد دائرہ اس کا محدود ہوتا جاتا ہے، جہاں گاؤں میں دس پرائمری اسکول ہوتے ہیں وہاں انٹر کالج شاید دو ہوتے ہیں تو اسی طرح انبیاء کی تعداد کم ہوتی چلی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ کا زمانہ آیا تو مختلف قوموں میں نبی۔ ایک نبی حضرت موسیٰؑ کو بھیجا، پہلے مصر میں، پھر شام میں، پھر عراق میں، کہاں کہاں۔ حضرت ابراہیمؑ عراق میں پیدا ہوئے، شام میں گئے اور فلسطین میں گئے، پھر عرب میں آئے، پھر مصر گئے اور بعض روایات کے مطابق یورپ بھی تشریف لے گئے۔ بعض مؤرخین کے قول کے مطابق ہندوستان بھی تشریف لائے۔ تو ایک بین الاقوامی قسم کا پیغام ہوا۔ پھر جب انسانیت پی ایچ ڈی کے درجے میں آگئی اور جیسے پی ایچ ڈی کے بعد ایک پوسٹ ڈاکٹریٹ کرتا ہے تو پھر آخری مرتبہ اُس کا پروفیسر سے رابطہ ہوتا ہے۔ تو جب انسانیت پوسٹ ڈاکٹریٹ کے اسٹیج پر آگئی (یہ صرف سمجھنے کی خاطر، تشبیہ مقصود نہیں ہے خدانخواستہ) جب انسانیت پوسٹ ڈاکٹریٹ کے اسٹیج پر آگئی تو اللہ نے آخری پیغمبر کو بھیج دیا اور اب انسانوں کو وہ کام سپرد کر دیا جو پہلے پیغمبروں کا تھا۔ اب آپ جائیے جو آپ کا لیول ہے، جو آپ کی سطح ہے، لوگوں کو دین کی تعلیم اور تربیت دیں اور پڑھائیں۔ (جاری ہے)

آئینِ پاکستان اور اسلام نے مقدسات کو تحفظ دیا ہے، ان کی توہین ناقابل برداشت ہے

لاہور..... عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر کلمہ گو مسلمان کی اہم ذمہ داری ہے، اسلام کے بنیادی عقائد ہیں جن کو مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ ان بنیادی عقائد میں ختم نبوت کا عقیدہ اساسی حیثیت رکھتا ہے، جس پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا ضروری ہے۔ آئین پاکستان یہ کہتا ہے کہ قادیانیوں کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کا مذہب اسلام ہے، اس لئے قادیانیوں کو اسلام کا نام استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا عبدالنعیم، مولانا عبدالعزیز اور مولانا سمیع اللہ نے خطباتِ جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ آئین پاکستان اور اسلام نے مقدسات کو تحفظ دیا ہے، ان کی توہین ناقابل برداشت ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ادارے امتناع قادیانیت ایکٹ پر مکمل و مؤثر عمل درآمد کراتے تو آج قادیانیوں کی غیر آئینی سرگرمیاں ختم ہوچکی ہوتیں۔ انہوں نے کہا کہ امتِ مسلمہ کے بنیادی عقائد ونظریات پر کسی قسم کا سمجھوتہ اور سودے بازی کرنے والے دونوں اسلام اور ملک کے غدار ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ، بیوروکریسی اور تمام اداروں میں چھپے قادیانی غیر محسوس انداز میں مذہبی اور جمہوری قوتوں کے درمیان ٹکراؤ کی صورت پیدا کررہے ہیں تاکہ ملک کو عدم استحکام کا شکار بنایا جاسکے۔

آزاد کشمیر اسمبلی میں قراردادِ ختم نبوت

ضبط وترتیب:(مولانا)عادل خورشید، ناظم عمومی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر

آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن جناب (ریٹائرڈ) میجر محمد ایوب صاحب حجاز مقدس فریضہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ روضہ طیبہ پر جاتے وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اچانک ان کے دل میں خیال آیا کہ میں کس منہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مواجہہ شریف پر سلام عرض کرنے جا رہا ہوں؟ حالانکہ ہمارے ملک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن دندناتے پھر رہے ہیں۔ یہ خیال جیسے ہی دل میں آیا تو انہوں نے پکا ارادہ کرلیا کہ اپنی آزاد کشمیر اسمبلی سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے میں قرارداد پیش کروں گا۔ حج سے واپس آئے تو انہوں نے آزاد کشمیر اسمبلی کے ایوان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی جو 29اپریل 1973ء کو بالاتفاق پاس ہوگئی۔ (بعض احباب کے بقول میجر محمد ایوب خان صاحب نے قرارداد 22 مارچ 1973ء کو آزاد جموں کشمیر قانون ساز اسمبلی کو پیش کی اور 28 اپریل 1973ء کو بحث کے بعد پاس کرلی گئی)۔

اس قرارداد کے پاس ہونے کی خبر جب ملک کے طول وعرض میں پھیلی تو کراچی سے خیبر تک اس کا خیر مقدم ہوا اور مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ملتان، فیصل آباد، لاہور اور کراچی وغیرہ میں خیر مقدمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔

8 مئی 1973ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک وفد مولانا تاج محمود صاحب کی سربراہی میں سردار عبدالقیوم سے ملاقات کے لئے آزاد کشمیر روانہ ہوا۔

اس قرارداد کے منظور ہونے کے بعد مرزائیت پر اوس پڑ گئی اور ان کی پریشانی قابل دید تھی۔ مرزا ناصر نے ربوہ میں ایک خطبہ میں اول فول بکا اور آزاد کشمیر قادیانی جماعت کے صدر منظور نے اس پر ایک کتابچہ لکھ مارا۔ اس کے اس کتابچے کا جواب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب نے لکھا۔ اسی طرح غلام جیلانی برق نے بھی اس کتابچے کا جواب لکھا۔

قادیانیوں نے ذوالفقار علی بھٹو کے ذریعہ صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان سے اس قرارداد کی توثیق نہ کرنے کی درخواست کی۔ لیکن صدر آزاد کشمیر نے 25 مئی 1973ء کو اس قرارداد کی توثیق کردی۔

اس کے بعد قادیانیوں نے مختلف طریقوں سے حکومت اور عوام کو بلیک میل کرنا چاہا اور اسی دوران آزاد کشمیر اسمبلی کے اسپیکر شیخ منظر مسعود کو بھی اغوا کرلیا گیا۔ لیکن ان سارے حالات کے باوجود سردار عبدالقیوم خان اور ان کے رفقاء کے حوصلے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وزیر قانون آزاد کشمیر خواجہ محمد اقبال بٹ نے اپنے ایک مکتوب میں ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر کو لکھا: یہ موجودہ حکومت کیا، ایسی ہزاروں حکومتیں ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس محترم پر ایک ٹھوکر سے قربان کرسکتے ہیں۔

اسلامیان پاکستان کی طرف سے خیر مقدم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ملک بھر میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں نے سردار عبدالقیوم خان اور ان کے رفقاء کو بڑا سہارا دیا۔ اس موقع پر مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری اور مفتی محمود رحمہم اللہ تعالیٰ نے مشاورت سے قادیانی سازش کو ناکام بنانے کے لئے موثر کردار ادا کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کو اس طرف توجہ دلائی، انہوں نے فوراً اپنا اجلاس منعقد کیا اور ان کے جنرل سیکریٹری محمد صالح قزاز کی طرف سے اخبارات میں خیر مقدمی بیان جاری ہوا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ: رابطہ عالم اسلامی اس دانشمندانہ فیصلے کی حمایت کرتا ہے جسے آزاد کشمیر حکومت نے سردار عبدالقیوم کی سربراہی میں صادر کیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی صدر آزاد کشمیر اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان کو اس

تاریخی قرارداد پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی، اسلامی ممالک کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور اس قسم کا مبارک قدم اٹھائیں اور اس گمراہ فرقے کا قلع قمع کریں۔

اس کے ساتھ ہی محمد صالح قزاز کی طرف سے رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ہفتہ وار اخبار ’’العالم اسلامی‘‘ میں ایک بیان جاری ہوا جس میں تمام اسلامی حکومتوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے ملکوں میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیں۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کے بااثر روزنامہ ’’الندوہ‘‘ نے قادیانیوں کے بارے میں سعودیہ اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا جس میں قادیانیت اور صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطہ کا انکشاف کیا اور کہا کہ اس رابطے کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کررہا ہے اور برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔ اسرائیل کے زیرقبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیوں کے مراکز قائم ہیں اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپے صرف کررہے ہیں۔

ذوالفقار علی بھٹو نے عالم اسلام کی قادیانیت کے متعلق بیداری، عرب ممالک کی دلچسپی اور پاکستان میں رائے عامہ کا صحیح تجزیہ کیا اور 30 مئی 1973ء کو براہ راست سردار عبدالقیوم خان سے ملاقات کر کے اسی شام پریس کانفرنس کر کے آزادکشمیر اسمبلی کی قرارداد سے پیدا شدہ قادیانی بحران پر قابو پالیا اور یوں قادیانیوں کا منہ کالا ہوا اور ان کی سازش اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

قرارداد کے پیش ہونے کے بعد جب حکومت پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا جارہا تھا تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک کے طول و عرض میں کانفرنسوں کا جال بچھایا اور بڑے شہروں کی تمام مرکزی مساجد میں اس قرارداد کے پاس کئے جانے پر صدر آزادکشمیر، محرک قرارداد ختم نبوت ریٹائرڈ میجر محمد ایوب خان شہید اور اراکین آزادکشمیر اسمبلی کو ہدیہ تبریک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی کروائی اور حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ بھی آزادکشمیر اسمبلی کی تقلید کرتے ہوئے پاکستان میں بھی قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے کیونکہ پاکستان کی سلامتی اسی میں مضمر ہے۔

3 مئی 1973ء کو چنیوٹ میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی۔ دیگر مقررین کے علاوہ مبلغ ختم نبوت مولانا خلیل الرحمٰن، مولانا تاج محمود اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب کا خطاب ہوا۔ تمام مقررین نے آزاد کشمیر اسمبلی کے اراکین کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ بھی قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کرے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کردے۔

4 مئی 1973ء کو بعد نماز عشاء باغ قاسم قلعہ کہنہ ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت قائد جمعیۃ مفتی محمود رحمہ نے کی۔ جس میں مقررین نے صدر آزادکشمیر اور اراکین آزاد کشمیر اسمبلی کو خراج تحسین پیش کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا قاضی اللہ یار، مولانا اللہ وسایا صاحب نے ہدیہ تبریک پیش کیا۔ مولانا تاج محمود صاحب نے آزادکشمیر اسمبلی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ملک اور اسلام کی لاج رکھ لی ہے اور ایسی قرارداد منظور کردی ہے جو پاکستان کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔

راولپنڈی، اسلام آباد، پشاور کی تمام مساجد میں علمائے کرام نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس کی حساسیت پر روشنی ڈالی اور آزاد کشمیر اسمبلی کے اراکین کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی صاحب، مولانا فضل حسن صاحب، مولانا محمد اشرف قریشی صاحب، مولانا مظفر شاہ صاحب، مولانا عبداللہ جان صاحب اور سینکڑوں مساجد میں اسی قسم کی تقریریں ہوئیں۔

اسی طرح مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام 4 مئی 1973ء بعد نماز عشاء لائل پور (فیصل آباد) میں جلسہ منعقد ہوا جس میں شہر کی دینی، سیاسی، سماجی اور تجارتی انجمنوں کے نمائندگان نے آزادکشمیر اسمبلی کو اس اقدام پر مبارکباد پیش کی۔ مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا عبیداللہ احرار نے سردار عبدالقیوم خان صدر آزادکشمیر، میجر محمد ایوب خان، عبدالقیوم خان وزیر داخلہ اور ذوالفقار علی بھٹو کو تار روانہ کئے۔ جس میں آزادکشمیر اسمبلی کی قرارداد پر مبارکباد دی اور پاکستان میں بھی قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کی اپیل کی۔

گوجرانوالہ میں بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے

ترجمان رسالہ لولاک کے مدیر مولانا تاج محمود صاحب نے صدر آزاد کشمیر کو تار بھیجا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ مرزائیوں کے متعلق جو تاریخی فیصلہ کیا گیا ہے اس سے نہ صرف مسلمانوں کا ایک متفقہ اور دیرینہ مطالبہ پورا ہوا ہے۔ بلکہ نظریہ پاکستان کے تحفظ کا زندہ جاوید کارنامہ بھی سرانجام پا گیا ہے۔

15 جنوری 1974ء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے دارالحدیث میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان صاحب کے لئے ایک پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے جملہ اراکین، علماء، طلباء اور معززین جماعت نے شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر سردار میر عالم خان لغاری صاحب نے سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے مسئلہ قادیانیت کو شرعی نقطہ نگاہ سے حل کرنے پر مبارکباد دی۔ آخر میں صدر آزاد کشمیر سرادر عبدالقیوم خان صاحب نے پُرجوش انداز میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے بغیر میری وہ آرزوئیں اور تمنائیں شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتی تھیں جو میں اپنی حکومت میں اسلامی نقطہ نگاہ سے کرنا چاہتا ہوں۔

میجر محمد ایوب شہید رحمہ اللہ نے اسمبلی میں جو قرارداد پیش کی تھی اس کا ڈرافٹ حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے مخلص دوست مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا امیر الزمان صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم تعلیم القرآن باغ میں بیٹھ کر میجر محمد ایوب خان، حافظ عبداللہ صاحب کی موجودگی میں تیار کیا۔ جس کا متن یہ ہے:

''آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر اسلامی حکومت ہونے کے علاوہ ایکٹ 1970ء کی رو سے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی قوانین وضع کرنے کی پابند ہے۔ 1972ء کے سرمائی اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے یہ ایوان حکومت کو اسلامی قوانین فی الفور نافذ کرنے کا مطالبہ بھی کر چکا ہے۔ تمام اسلامی ممالک کے فیصلوں کی روشنی میں یہ ایوان حکومت کو ان اقدامات کو بروئے کار لانے کی سفارش کرتا ہے کہ:

الف: مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

ب: آزاد کشمیر میں مقیم مرزائیوں کو رجسٹر کیا جائے اور اقلیت کی بنیاد پر ہر سطح پر نمائندگی دی جائے۔

ج: آزاد کشمیر میں مرزائیت کی تبلیغ کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے پاکستان میں 1984ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پاس کیا تو 1985ء میں آزاد کشمیر میں بھی من وعن نافذ کر دیا گیا۔ یوں میجر محمد ایوب خان کی قرارداد کی شق (ج) پر عمل درآمد ہو گیا۔ لیکن اس قانون کا یہاں پر عملاً کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک بقیہ شقوں پر بھی عمل درآمد نہ کیا جائے۔

6 فروری 2018ء کو آزاد کشمیر کے آئین میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے کر میجر محمد ایوب خان کی قرارداد کی پہلی شق (قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا) پر بھی عمل درآمد ہو گیا۔

گویا اب آزاد کشمیر میں کوئی شخص اگر خود کو قادیانی کے طور پر واضح کر دے تو وہ یہاں کے آئین و قانون کی نظر میں غیر مسلم ہے۔ وہ نہ تو اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ آزاد کشمیر کا صدر یا وزیر اعظم بن سکتا ہے کیونکہ آزاد کشمیر کے صدر یا وزیر اعظم کے لئے مسلمان کا ہونا شرط ہے۔ لیکن اگر کوئی قادیانی خود کو مرزائی ظاہر نہ کرے تو وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر صدر اور وزیر اعظم بھی بن سکتا ہے اور مسلمان کی شکل میں ممبر قانون ساز اسمبلی بھی بن سکتا ہے اور اس کے لئے کوئی آئینی یا قانونی رکاوٹ موجود نہیں جب تک کہ اسے ثبوتوں سے مرزائی واضح نہ کیا جائے۔

جبکہ پاکستان میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہاں کوئی قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کر کے ان عہدوں پر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ وہاں ایسے قوانین موجود ہیں جن کے ذریعے اس بات کا پتہ لگایا جاتا ہے کہ کون قادیانی ہے اور کون مسلمان؟ یہ کام آزاد کشمیر میں تب ہی ہو سکتا ہے جب میجر محمد ایوب خان شہید کی پیش کردہ قرارداد کی شق ب پر عمل درآمد کیا جائے۔

شق نمبر ب پر عمل درآمد کے بعد ہی ووٹر کے اندراج فارم میں ختم نبوت کا حلف نامہ شامل ہو سکتا ہے جیسے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر الیکشن کمیشن آف پاکستان کے ووٹر فارم 21 میں مسلمان کے لئے شامل ہے۔ شق ب پر عملدرآمد کے بغیر ووٹر لسٹوں میں حلف نامہ ختم نبوت شامل کرنے کا کوئی آئینی جواز نہیں اور اگر اس شق پر عملدرآمد کر دیا جائے تو خود بخود یہ حلف نامہ ہر جگہ شامل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح آزاد کشمیر کے آئین کے آرٹیکل 2 کا ترجمانِ ختم نبوت کا حلف نامہ جسے آزاد جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی نے مورخہ 13 اکتوبر

2020ء کو اپنے اجلاس میں متفقہ طور پر قرارداد نمبر 200 کی صورت میں پاس کر رکھا ہے ماسوائے نکاح کے پرت کے کہیں پر نافذ نہیں ہے۔ اسلامی جمہوریہِ پاکستان کے آئین 1973ء کے آرٹیکل 260 کلاز 3 میں جو ’’مسلمان اور غیر مسلم‘‘ کی تعریف کی گئی ہے وہ آزاد جموں و کشمیر عبوری آئین 1974ء کے آرٹیکل 2 میں کی گئی ’’مسلمان اور غیر مسلم‘‘ کی تعریف سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ پاکستان کے اندر واضح طور پر خود کو غیر مسلم تسلیم کرنے والوں کے علاوہ چھپے ہوئے غیر مسلموں میں سے صرف قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے افراد کو ہی غیر مسلم قرار دیا ہوا ہے جب کہ آزاد کشمیر کے آئین میں اضافی بات یہ بھی شامل کی گئی ہے کہ کوئی بھی شخص جو خیرالقرون سے قائم ضروریاتِ دین میں سے کسی ضرورت کا انکار کرے وہ بھی غیر مسلم ہے اور مزید یہ کہ صرف فتنہ مرزائیت کا بانی ہی کذاب نہیں بلکہ جو کوئی بھی اس کی طرح کے دعاوی کا حامل ہوگا وہ بھی کذاب اور گمراہ کرنے والا ہے مثال کے طور پر فتنہ گوہر شاہی اور فتنہ اسحاق ملعون وغیرہ کے بانی بھی بتقاضۂ قانون غیر مسلم ہیں۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدہِ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے ایک تو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے فرنچائز کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا جائے اور دوسرا ممبران اسمبلی اور بلدیاتی اداروں کے ممبران کے کاغذاتِ نامزدگی اور ووٹر لسٹ میں مسلمانوں کے لیے ختم نبوت کا وہی حلف نامہ شامل کیا جائے جو 13 اکتوبر 2020ء کو آزاد کشمیر اسمبلی نے اپنی متفقہ قرارداد نمبر 200 کے ذریعہ پاس کر رکھا ہے۔☆

جامع المعقول والمنقول مولانا شیخ حبیب احمد مدظلہ

راقم کے ایک استاذ محترم جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شیخ حبیب احمد مدظلہ ہیں، جو میلسی کے رہنے والے ہیں اور عرصہ پچپن سال سے جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں بڑی اور احادیث کی کتابوں کی تدریس میں مصروف ہیں۔ استاذ محترم نے ابتدائی تین سال جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ آخری تین چار سال بمع دورۂ حدیث شریف جامعہ دارالعلوم کبیر والا میں تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم کبیر والا کا طوطی بولتا تھا۔ بانی دارالعلوم حضرت مولانا عبدالخالقؒ فاضل دیوبند حیات تھے، اگرچہ تدریس ترک کر دی تھی۔ استاذ محترم نے علم و ادب اور مشکوٰۃ شریف استاذ جی مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ سے پڑھیں جبکہ معقولات حضرت مولانا منظور الحقؒ، مولانا ظہور الحقؒ سے پڑھیں۔ بخاری شریف حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ سے پڑھی۔ حضرت مولانا صوفی محمد سرورؒ سے بھی احادیث کا سبق لیا۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد اپنے علاقہ میلسی میں مدرسہ تعلیم القرآن میں سات سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ جب دارالعلوم کبیر والا سے باب العلوم کہروڑ پکا میں تشریف لائے تو شیخ کو بھی بلا لیا۔ راقم ۱۹۷۵ء میں جب باب العلوم میں مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں داخل ہوا تو شیخ سے غالباً دیوان متنبّی پڑھی۔ اگلے سال دورۂ حدیث شریف کا باب العلوم میں آغاز ہوا تو مولانا شیخ حبیب احمد مدظلہ کے حصہ میں نسائی شریف آئی جو اول سے آخر تک پڑھائی۔ موصوف معقول و منقول کے ماہر استاذ گرامی ہیں۔ اصلاحی تعلق قدوۃ السالکین شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے رہا اور حضرت بہلویؒ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبدالحئی بہلویؒ (خانقاہ بہلویہ کے شیخ ثانیؒ) سے مجاز ہوئے۔ جامعہ باب العلوم میں عرصہ دراز تک نمازوں کی امامت آپ کے ذمہ رہی۔ جامعہ سے قریبی مسجد، جامع مسجد حنیف میں بھی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مرنجان مرنج شخصیت کے مالک ہیں۔ اپنی ولایت گپ شپ میں چھپا رکھی ہے۔ طلبا سب سے زیادہ شیخ کے دسترخوان سے مستفید ہوتے ہیں۔ آنے بہانے شیخ کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہتے ہیں کہ شیخ فرماتے ہیں کہ اتنے مہمان ہیں۔ ان کا کھانا اور ناشتہ تیار کر دیں، تو شیخ کے گھر والے کھانا اور ناشتہ تیار کر دیتے ہیں۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ کوئی مہمان نہیں تھا۔ طلبا نے مہمان کے نام سے اپنے لئے کھانا یا ناشتہ لیا۔ خوش لباسی کے ساتھ ساتھ خوش خوراک بھی ہیں۔ گوشت کسی قسم کا بھی ہو، آپ کی مرغوب غذا ہے۔ دال، ساگ بھی بامرِ مجبوری قبول فرما لیتے ہیں۔ اللہ پاک نے انہیں ذہانت اور استحضار فی العلم میں وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی عظیم خدمات پر مجلس کے مبلغین کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آپ کے کئی شاگرد مجلس میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ پاک صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز نصیب فرمائیں۔ جامعہ باب العلوم میں عرصہ پچپن سال سے نائب الشیخ کی ڈیوٹی سنبھالے ہوئے ہیں۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

گوادر میں ختم نبوت کی سرگرمیاں

نیوٹاؤن گوادر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر وجامع مسجد کے سنگِ بنیاد کی دعائیہ تقریب

مولانا محمد قاسم رفیع، کراچی

گوادر تین اطراف سے سمندر میں گھرا ہوا صوبہ بلوچستان کا زرخیز علاقہ ہے۔ رقبہ اور آبادی دونوں کے اعتبار سے چھوٹا ہونے کے باوجود کراچی کے بعد دوسری بندرگاہ رکھنے کا اعزاز پانے کی وجہ سے یہ شہر دنیا کی نگاہوں اور توجہ کا مرکز بن چکا ہے۔ کچھ سال پہلے قادیانی جماعت نے یہاں جگہ خرید کر اپنا کفر کا اڈا بنانے کی کوشش کی تھی، مگر گوادر کے غیور مسلمانوں نے ان ناپاک عزائم کو ناکام بنادیا اور قادیانیوں کا خواب چکنا چور ہوا۔ اس صورت حال میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے وہاں کے مسلمانوں کی خواہش پر ختم نبوت کا مرکز بنانے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لئے جگہ بھی خرید لی گئی، مگر ابھی تک اس کی تعمیر کا مرحلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ رمضان ۱۴۴۴ھ کا مہینا گزرتے ہی اور عید کی تعطیلات کے بعد گوادر میں ختم نبوت کورس، سالانہ کانفرنس اور مرکز کی تعمیر کے افتتاح کا ارادہ کیا گیا۔

چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مکران کے نگران مولانا احمد شاہ بلوچ کے مطابق ۲۶/ اپریل کو اجلاس بلوایا گیا، جس کی صدارت امیرِ جمعیت علمائے اسلام گوادر حضرت مولانا عبدالحمید انقلابی نے فرمائی۔ اجلاس میں کورس و کانفرنس کی تیاری، تشہیر، دعوت ناموں کی تقسیم، اشتہارات کی ترسیل اور ائمہ مساجد و علمائے کرام، سیاسی و مذہبی جماعتوں کے راہنماؤں، اسکولوں کالجوں اور مدرسوں کے اساتذہ و ذمہ داران، تاجر برادری، وکیلوں، دکانداروں، بینک منیجروں، غرضے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد سے ملاقات کی ترتیب قائم کی گئی۔ مولانا احمد شاہ بلوچ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوادر کے امیر مفتی عبداللطیف مدظلہ کی نگرانی میں مولانا شاہ جان، مولانا ارشد، مولانا تنویر، مولانا سلمان، مولانا زاہد علی، مفتی تیمور، مفتی ایوب، مولانا راشد، مفتی یاسین، مولانا مجیب، مولانا امان، محمد ایوب، بھائی عبدالرحمٰن، عبدالماجد، اور شاہد بھائی پر مشتمل مختلف وفود نے گوادر اور اس کے اطراف میں واقع علاقوں پیشکان، جیونی، سُر بندر، پسنی، اور تربت تک جاکر دعوتی مہم چلائی۔

> **کچھ سال پہلے قادیانیوں نے گوادر میں پاؤں جمانے کی کوشش کی، مگر گوادر کے غیور مسلمانوں نے ان کے ناپاک عزائم کو ناکام بنادیا**

کراچی سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا وفد مولانا عبدالحئی مطمئن، سید انوارالحسن، محمد فاروق تگالہ اور راقم پر مشتمل یکم مئی ۲۰۲۳ء بروز پیر کو گوادر پہنچا۔ سید انوارالحسن اور محمد فاروق تگالہ مرکز کی تعمیر کے سلسلے میں ضروری انتظامات میں مشغول ہوگئے، جب کہ مولانا عبدالحئی مطمئن اور راقم نے ۲ اور ۳/مئی بروز منگل و بدھ مختلف مساجد میں نمازوں کے بعد کورس و کانفرنس کے اعلانات کیے اور عوام کو ان میں شرکت کی ترغیب دی۔ ۴/مئی بروز جمعرات جامعہ مطلع العلوم نیا آباد میں صبح ۹ بجے کورس کا آغاز ہوا، راقم نے حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عنوان پر سوا گھنٹا گفتگو کی۔ اس کے بعد مولانا عبدالحئی مطمئن نے ''عقیدہ ختم نبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں'' تقریباً ڈیڑھ گھنٹا درس دیا۔ اس دوران کورس کے شرکا (جن میں اکثریت علمائے کرام وائمہ مساجد کی تھی) کی چائے سے تواضع کی گئی۔ ظہر سے قبل کھانا اور آرام کا وقفہ کیا گیا۔ ظہر کے بعد مفتی زاہد حسین (تربت) نے ''ذکری فتنہ اور فتنۂ قادیانیت'' کے عنوان پر بیان فرمایا۔ مولانا عبدالحئی مطمئن نے ظہورِ امام مہدی کے موضوع پر سبق پڑھایا۔ اس وقت تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کا دوسرا اور اہم وفد امیر مجلس کراچی

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عبدالغنی، مولانا محمد شعیب کمال، مولانا نصیب خان، بھائی سمیع الرحمٰن، حافظ شفیق اور بھائی رفیق پر مشتمل گوادر پہنچ چکا تھا۔ مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے اپنے بیان میں کورس میں شریک علمائے کرام کو ختم نبوت کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی اور حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے شرکائے مجلس سے خصوصی بیان کیا و اختتامی دعا کرائی۔

۵ رمئی بروز جمعہ صبح دس بجے گوادر کے علاقے نیوٹاؤن میں مجلس کے دفتر و مسجد کی تعمیرات کا آغاز کرنے کے لیے ایک مختصر، سادہ اور پُروقار دعائیہ تقریب منعقد ہوئی۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے موقع کی مناسبت سے سورۃ التوبۃ کی آیات ۱۰۸، ۱۰۹ کی تلاوت فرمائی، جن میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی بنیاد پر مسجد کی تعمیر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ بعدازاں مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے مختصر گفتگو میں جگہ خریدنے سے لے کر تعمیر کے آغاز تک تعاون کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ دامت برکاتہم نے مختصر خطاب فرمایا، ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ کی تفسیر و تشریح فرمائی، ساتھیوں کی حوصلہ افزائی پر مشتمل کلمات کہے، اس کے بعد نعرہ تکبیر کی گونج میں آپ نے اپنے ہاتھوں سے پہلی اینٹ نصب فرما کر ختم نبوت مرکز کی تعمیر کا افتتاح فرمایا، پھر قاضی صاحب نے دوسری اینٹ رکھی، اس کے بعد دیگر احباب کو بھی ایک ایک اینٹ رکھنے کا موقع ملا، راقم بھی یہ سعادت حاصل کرنے والوں میں شامل تھا، ساتھ ساتھ فضا نعرۂ ہائے تکبیر، تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد سے گونجتی رہی، پھر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ دامت برکاتہم نے دعا کروائی اور مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ بعدازاں مسجد کے ایک پڑوسی اور معاون و مخلص مقامی ساتھی بھائی شریف کے گھر پر تمام حضرات کی تواضع کیک اور جوس سے کی گئی۔

جمعۃ المبارک کی مناسبت سے تمام علمائے کرام نے شہر کی مختلف مساجد میں جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کیا، عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر گفتگو کی، شام کو ہونے والی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی اور امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیے، جس کی

> **مہمانِ خصوصی حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے اپنے دستِ مبارک سے پہلی اینٹ نصب فرما کر ختم نبوت مرکز کی تعمیر کا افتتاح فرمایا**

تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ: الباسط مسجد، (۲) حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ: مکی مسجد (تبلیغی مرکز)، (۳) راقم الحروف: مرکزی جامع مسجد بلال، (۴) مولانا عبدالحئی مطمئن: جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم، (۵) مولانا عبدالغنی: باب الاسلام مسجد، (۶) مولانا شعیب کمال: عالیہ مسجد، (۷) مولانا احمد شاہ بلوچ: مسجد عمر بن خطابؓ، (۸) مولانا نصیب اللہ: مسجد سیدہ بی بی آمنہؓ، (۹) مفتی یاسین: فیضی مسجد۔

اسی روز بعد نماز عصر شہر کی مرکزی جامع مسجد بلال میں امام مسجد حضرت مولانا عبدالہادی صاحب کی میزبانی میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا آغاز ہوا، جس کی صدارت امیر جمعیت علمائے اسلام گوادر حضرت مولانا عبدالحمید انقلابی دامت برکاتہم فرما رہے تھے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مولانا امید باقری صاحب نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ ان کے بعد مفتی رحمت اللہ عباسی (مدیر جامعہ خالد بن ولید پسنی) نے خطاب کیا۔ مولانا عبدالحئی مطمئن نے اپنے بیان میں حاضرین سے فتنہ قادیانیت سے بچنے کے لئے علمائے کرام کے ساتھ جڑے رہنے کا عہد لیا۔ مغرب کی نماز کے بعد دوسری نشست میں تلاوت کے بعد ناصر سلیمان نے نعت پڑھی، پھر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے گھنٹا بھر تفصیلی خطاب فرمایا۔ آپ کے بعد مفتی عارف ارجمندی صاحب نے مختصر گفتگو فرمائی۔ عشا کی نماز کے بعد مولانا محمد شعیب کمال اور مولانا احمد شاہ بلوچ نے مختصر بیانات کیے، پھر حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے کانفرنس سے الوداعی خطاب فرمایا اور آپ کی دعا سے یہ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

اللہ پاک تمام احباب کی مساعی کو قبول فرمائے، بالخصوص مقامی احباب و علمائے کرام کی محنتوں اور مہمان نوازی کو شرف قبولیت بخشے اور ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔ ☆☆

’’صُوَرٌ مِنْ حَیَاۃِ الصَّحابۃ‘‘

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہئے جو وفات پا چکے ہیں، اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنہ میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے، وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لئے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یو کے اسلامک مشن

اس جلیل القدر صحابیٔ رسول نے مجد وشرف کو ہر جہت سے سمیٹ رکھا تھا۔ صحبت وقرابت اور علم وتقویٰ کے فضائل ان کے وجود میں یکجا ہو گئے تھے۔ اگر ان کی ولادت میں تھوڑی سی بھی تاخیر ہوئی ہوتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے محروم رہ گئے ہوتے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ عم زاد، امتِ محمدیہ کے زبردست عالم اور اس کے علم کے بحرِ زاخر تھے۔ وہ دن کو روزہ رکھتے، رات بارگاہِ خداوندی میں قیام وقعود اور رکوع وسجود میں گزارتے۔ سحر تک توبہ و استغفار میں مشغول رہتے اور خشیتِ الٰہی سے بکثرتِ گریہ وزاری کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ کثرتِ گریہ سے ان کے رخساروں پر اشکوں کے نشانات نمایاں تھے۔

یہ صحابی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ امت کے ربّانی، کتاب اللہ کے عالم، اس کے معانی سے آگاہ، اس کی تہہ میں اترنے والے اور اس کے رموز واسرار اور حقائق وغوامض کو اچھی طرح سمجھنے والے۔ اس کے علاوہ انہوں نے عام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (یہ حضرت ابن عباسؓ کی کُل مرویات کی تعداد ہے) حدیثیں بھی روایت کی ہیں، جن کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحیحین میں ثبت کیا ہے۔

ولادت کے بعد ان کی والدہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور آپ نے اپنا لعاب مبارک ان کے حلق میں ڈالا۔ اس طرح سب سے پہلی چیز جو ان کے منہ میں گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا اور اس کے ساتھ ہی حکمت و پرہیز گاری بھی ان کے اندر داخل ہوئی۔

’’وَمَن یُؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ أُوتِیَ خَیْراً کَثِیْراً....‘‘ (البقرہ:۲۶۹)

ترجمہ: ’’اور جس کو حکمت عطا کی گئی، اس کو بہت زیادہ خیر مرحمت کیا گیا۔‘‘

خانوادۂ بنی ہاشم کے اس نونہال نے جب سن شعور کی سرحد میں قدم رکھا اور ہوش وخرد کی آنکھیں کھولیں تو خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پایا اور اس نے اسے اس طرح لازم پکڑ لیا جیسے انسان کی دونوں آنکھیں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہتی ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کا ارادہ کرتے تو یہ ان کے لیے وضو کا پانی لاتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ ہوتے تو یہ سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھتا۔ غرض سائے کی طرح ہر وقت آپ کے ساتھ لگا رہتا اور اس کے ساتھ ہوتا اس کا قلب بیدار، اس کا ذہن صافی اور اس کا غیر معمولی حافظہ، جس کے سامنے عصر حاضر کے تمام آلات ضبط واندراج ہیچ ہیں۔

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا ارادہ فرمایا، میں نے جھٹ پٹ پانی کا انتظام کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا قصد فرمایا تو مجھے اپنی بغل میں کھڑا ہونے کا اشارہ کیا۔ لیکن میں آپ کی بغل

میں کھڑا ہونے کے بجائے پیچھے کھڑا ہوا۔ نماز ختم کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا:

''عبداللہ! تم میرے برابر میں کیوں نہیں کھڑے ہوئے؟''

''اے اللہ کے رسول!'' میں نے بڑے ادب سے جواب دیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میری نظر میں اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ میں آپ کے برابر میں کھڑا ہوتا۔''

میرا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے دعا فرمائی: ''اللّٰھم اٰتہ الحکمۃ'' (خدایا! اسے حکمت و بصیرت عطا فرما)۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ایسی حکمت و بصیرت عطا فرمائی، جس کے ذریعہ وہ بڑے بڑے حکماء اور اربابِ فہم و بصیرت سے فائق وممتاز ہوگئے۔

یقیناً آپ ان کی حکمت و دانائی کی ایک جھلک دیکھنا پسند کریں گے، اس کے لئے آپ میرے ساتھ اس جگہ کھڑے ہوجائیں۔ یہاں سے آپ اپنی پسندیدہ چیز دیکھ سکیں گے۔

جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے اختلاف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ حامیوں نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی اور ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''امیر المومنینؓ! اگر آپ اجازت دیں تو میں ان لوگوں کے پاس جا کر اس معاملے میں ان سے گفتگو کروں۔''

''مجھے اندیشہ ہے، کہیں وہ تم کو کوئی نقصان نہ پہنچادیں۔''

حضرت علیؓ نے جواب دیا: ''خدا نے چاہا تو اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوگی۔'' انہوں نے اطمینان سے کہا۔ پھر وہ ان کے پاس پہنچے، وہ لوگ بڑے عابد و زاہد اور نہایت عبادت گزار تھے۔ انہوں نے اس سے پہلے ان سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے والے لوگ نہیں دیکھے تھے۔ خوارج نے ان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے آیا ہوں تو ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ ان سے گفتگو نہ کرو، لیکن باقی لوگوں نے کہا کہ فرمایئے، آپ کی باتیں سننے کے لئے تیار ہیں تب حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

''یہ بتایئے کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم، ان کے داماد اور سب سے پہلے ایمان لانے والے شخص (حضرت علیؓ) سے کس بات پر ناراض ہیں؟''

''ہم کو ان کی تین باتیں ناپسند ہیں۔''

انہوں نے جواب دیا۔ ''وہ کون سی تین باتیں ہیں؟'' حضرت عبداللہؓ نے دریافت کیا۔ پہلی بات تو یہ ہے، انہوں نے گناتے ہوئے کہا کہ: ''انہوں نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حَکم تسلیم کرلیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے عائشہؓ! اور معاویہؓ سے جنگ کی لیکن نہ تو انہوں نے مال غنیمت پر قبضہ کیا، نہ جنگی قیدیوں کو گرفتار کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب ہٹادیا، حالانکہ مسلمانوں نے ان سے بیعت کی تھی اور انہیں امیر منتخب کیا تھا۔''

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے دریافت کیا کہ: ''اگر میں آپ لوگوں کی ان باتوں کا جواب کتاب اللہ اور حدیث رسول سے دے دوں تو کیا آپ لوگ اپنے موجودہ موقف کو ترک کرکے امیر المومنین کی مخالفت سے باز آجائیں گے؟''

انہوں نے کہا کہ: ''اگر ہم آپ کی باتوں سے مطمئن ہوگئے تو ان کی مخالفت ترک کرکے ان کے ساتھ شامل ہوجائیں گے۔''

''آپ لوگوں کا پہلا اعتراض یہ ہے'' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ''حضرت علیؓ نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حکم مان لیا، تو سنئے، اس سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لاَ تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّداً فَجَزَاء مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْکُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنکُمْ....''

(المائدۃ:۹۵)

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر کرنا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے۔''

میں آپ لوگوں سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ انسانوں کے خون اور ان کی جانوں

کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لئے انسانوں کو حکم مان لینا زیادہ بہتر ہے یا ایک خرگوش کے معاملے میں، جس کی قیمت بہ مشکل چوتھائی درہم ہوتی ہے۔'' انہوں نے کہا کہ:''مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچانے اور ان کے مابین صلح صفائی کرانے کے لئے حکم مان لینا زیادہ بہتر ہے۔''

''تو گویا یہ مسئلہ صاف ہوگیا؟''، حضرت ابن عباسؓ نے ان سے دریافت کیا۔''ہاں یہ مسئلہ صاف ہوگیا'' انہوں نے جواب دیا''اب رہا آپ لوگوں کا یہ اعتراض؟'' انہوں نے سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ:''حضرت علیؓ نے جنگ کی مگر انہوں نے جنگی قیدی نہیں پکڑے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑے تھے۔ تو کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اپنی ماں عائشہؓ کو گرفتار کر کے جنگ میں گرفتار ہونے والی دوسری عورتوں کی طرح انہیں اپنے لئے حلال کرلو؟ اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو تم کافر ہوگئے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں، تو اس صورت میں بھی تم کفر کے مرتکب ہوئے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔''

(الاحزاب:۶)

ترجمہ:''بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

تو اپنے لئے ان دو صورتوں میں سے جو چاہو پسند کرلو۔

پھر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا؟'' انہوں نے آپ کے جواب سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا:''ہاں! یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا۔''

آخری اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

''رہا تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علیؓ نے اپنے نام سے''امیرالمومنین'' کا لقب حذف کر دیا تو ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت کیا تھا، جب آپ نے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ مرتب کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لکھو:''هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله'' یہ وہ صلح نامہ ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کیا، تو قریش کے نمائندے نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ:''اگر ہم کو یہ تسلیم ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ کبھی آپ سے قتال کرتے۔ آپ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے ان کا یہ ناجائز مطالبہ تسلیم کرلیا کہ:

''والله انی لرسول الله وان كذبتمونی۔''

ترجمہ:''خدا کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، بھلے ہی تم میری تکذیب کرو۔''

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ:''کیا تمہارے اس اعتراض کا بھی تشفی بخش جواب مل گیا ہے؟'' تو انہوں نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا کہ''ہاں!، ہم کو پورے طور پر اطمینان حاصل ہوگیا۔''

اس ملاقات اور حضرت ابن عباسؓ کی پُرزور، مدلل اور حکمت وبصیرت سے بھرپور اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے بیس ہزار افراد حضرت علیؓ کی طرف واپس آگئے۔ البتہ چار ہزار آدمیوں نے حضرت علیؓ سے عناد و دشمنی اور حق و انصاف سے اعراض کی بنا پر اپنے پچھلے موقف پر اڑے رہنا پسند کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی کم سنی اور نوعمری کے باوجود حصولِ علم کے ہر طریقے کو اختیار کیا اور اس راہ میں انتہائی جاں فشانی اور انتھک محنت سے کام لیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ صافی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر سیراب ہوتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ باقی ماندہ علماء صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھرپور استفادہ کیا، وہ اپنے شوق علم کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب کسی صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے تو میں قیلولہ کے وقت دوپہر میں ان کے دروازے پر پہنچ جاتا اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ کر ان کے گھر کی چوکھٹ کے پاس لیٹ جاتا۔ اس وقت دوپہر کی تیز اور گرم ہوائیں بہت سا گرد وغبار اڑا کر میرے اوپر ڈال دیتیں۔ حالانکہ اگر میں ان کے گھر کے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگتا تو مجھے اس کی اجازت مل جاتی، لیکن میں ایسا اس لئے کرتا تھا کہ ان کی طبیعت مجھ سے خوش ہوجائے، جب وہ صحابیؓ گھر سے نکلتے اور مجھے اس حال میں دیکھتے تو کہتے:

''ابن عم رسول! آپ نے کیوں یہ زحمت گوارا کی، آپ نے میرے یہاں اطلاع بھجوادی

ہوتی، میں خود حاضر ہو جاتا۔''

لیکن میں ان کو جواب دیتا:

''میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں، کیونکہ حصولِ علم کے لئے صاحبِ علم کے پاس جایا جاتا ہے۔ صاحبِ علم خود طالب علم کے پاس نہیں جایا کرتے۔''

پھر میں ان سے حدیث پوچھتا۔ وہ طلب علم میں جس طرح خاکساری و تواضع سے پیش آتے، اسی طرح اہلِ علم و فضل کی قدر و عزت بھی کرتے تھے۔

یہ ہیں کاتبِ وحی اور قضا، فقہ، قرأت اور فرائض میں اہلِ مدینہ کے سب سے بڑے عالم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہی ہاشمی نوجوان عبداللہ بن عباسؓ ان کے سامنے ان کی رکاب تھام کر اور ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر یوں کھڑا ہو جاتا ہے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ ان سے کہتے ہیں: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم! رکاب اور لگام چھوڑ دیجئے۔''

مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ: ''اسی طرح ہم کو اپنے علماء کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

حضرت زیدؓ ان سے کہتے ہیں کہ ذرا آپ مجھے اپنا ہاتھ دکھا دیئے اور جب حضرت ابن عباس اپنا ہاتھ ان کے سامنے کرتے ہیں تو وہ جھک کر اسے چومتے ہوئے کہتے ہیں: ''اور ہمیں اپنے نبی کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح تکریم و تعظیم کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

وہ طلب علم کی راہ میں اپنی سعی پیہم کے نتیجے میں مسلسل آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ وہ علم کے بہت اونچے مقام پر پہنچ گئے، جس نے بڑے بڑے اہل علم کو حیرت زدہ کر دیا۔ حضرت مسروق بن اجدع جن کا شمار کبارِ تابعینؒ میں ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''جب میں ابن عباسؓ کو دیکھتا تو کہتا یہ سب سے خوبصورت شخص ہیں۔ جب وہ بولتے تو کہتا یہ سب سے فصیح ہیں اور جب حدیث بیان کرتے تو کہتا یہ سب سے زبردست عالم ہیں۔''

حضرت ابن عباسؓ جب ان تمام مطلوبہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے جنہیں وہ حاصل کرنا چاہتے تھے تو وہ ایک معلم بن گئے اور ان کا مکان مسلمانوں کے لئے ایک یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ جی ہاں! ان کا مکان ہر اس معنی میں یونیورسٹی بن گیا جس معنی میں آج یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ البتہ جامعۂ ابن عباس اور ہماری ان جامعات میں یہ فرق ہے کہ آج کی یونیورسٹیوں میں دسیوں نہیں، سینکڑوں اساتذہ کرام ہوتے ہیں جبکہ جامعہ ابن عباس کی ساری ذمہ داریاں تنہا ایک استاذ کے کندھوں پر تھیں اور وہ خود ابن عباسؓ تھے۔

ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کی ایک ایسی علمی مجلس دیکھی ہے کہ اگر اس پر قریش کے تمام لوگ فخر کریں تو ان کا فخر کرنا بجا ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ ابن عباسؓ کے گھر کی طرف جانے والے سارے راستوں میں لوگوں کا اس قدر اژدحام ہے کہ وہ راستے دوسرے آنے جانے والوں کے لئے مسدود ہو گئے ہیں۔ میں نے اندر جا کر ان سے لوگوں کے ان کے دروازے پر جمع ہونے کا حال بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ وضو کے لئے پانی رکھو۔ میں نے حکم کی فوراً تعمیل کی۔ انہوں نے وضو کیا اور اپنی نشست گاہ پر بیٹھتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اور جا کر لوگوں سے کہو کہ جو شخص قرآن اور اس کے الفاظ کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے۔ میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کر دیا اور لوگ بڑی تعداد میں اندر آ گئے یہاں تک کہ پورا مکان اور کمرہ ان سے بھر گیا۔ ان میں سے جس نے جو بھی سوال کیا، انہوں نے اس کے سوال کا اطمینان بخش جواب دیا، بلکہ اس کے سوال کے علاوہ انہوں نے مزید بہت سی باتیں بھی بتائیں، پھر ان سے کہا کہ اب اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے راستہ صاف کر دو، یہ سن کر وہ لوگ باہر نکل گئے۔

پھر انہوں نے مجھے حکم دیا کہ باہر جا کر لوگوں سے کہو کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اور اس کی تاویل سے متعلق کوئی سوال کرنا چاہتا ہے، وہ اندر آ جائے، میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کیا اور لوگ بڑی تعداد میں اندر آ گئے اور پورا مکان اور کمرہ بھر گیا، پھر ان میں سے جس نے جو بھی سوال کیا، انہوں نے اس کا تسلی بخش جواب عنایت فرمایا بلکہ ان کے سوالات کے علاوہ مزید بہت سی باتیں اپنی طرف سے بھی بتائیں اور پھر فرمایا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے جگہ خالی کر دو، چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے۔

پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ باہر جا کر لوگوں سے کہہ دو کہ جو شخص فرائض وغیرہ کے متعلق کچھ استفسار کرنا چاہے، وہ اندر آ جائے۔ اعلان سن کر پھر لوگ بڑی تعداد میں اندر آ گئے، اور انہوں نے جو سوالات کئے، ابن عباسؓ نے ان کے تشفی بخش جوابات دیئے بلکہ ان کے

سوالات کے علاوہ مزید بہت سی باتیں بھی بتائیں، پھر انہیں باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب چلے گئے۔

پھرانہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جاکر اعلان کردو کہ جسے عربی زبان، شعروادب اور کلامِ عرب کے غریب اور نامانوس حصوں کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو، وہ اندر آجائے، چنانچہ بہت سے لوگ اندر داخل ہوئے اور اندر مزید گنجائش نہ رہی۔ ان لوگوں نے جو کچھ بھی پوچھا، ابن عباسؓ نے اس کا اطمینان بخش جواب دیا اور ان سوالات کے علاوہ مزید بہت سی باتیں اپنی طرف سے بھی بتائیں۔

راوی کہتا ہے کہ اگر اس پر تمام اہل قریش فخر کریں تو ان کا فخر کرنا برحق ہوگا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مختلف علوم کے لئے الگ الگ دن مقرر کر دیئے تاکہ ان کے دروازے پر اتنا ہجوم نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ہفتے میں ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ، ایک دن مغازی وسیر، ایک دن شعروادب اور ایک دن عرب کے گزشتہ حالات اور اس کی پچھلی جنگوں کے متعلق گفتگو اور سوال وجواب کے لئے مخصوص کر دیا، جو بھی اہل علم ان کی مجلس میں شریک ہوتا، ان کے علم کا معترف ہوتا اور ہر سوال کرنے والا اپنے سوال کا جواب ان کے پاس موجود پاتا تھا۔

علم و فقہ میں کامل ہونے کی وجہ سے خلفائے راشدینؓ کم عمری کے باوجود ابن عباسؓ سے مشکل معاملات اور پیچیدہ مسائل میں مشورہ کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب بھی ان کے سامنے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا یا کوئی پیچیدہ معاملہ سر اٹھاتا تو وہ مشورہ کے لئے اکابر صحابہ کرامؓ کو بلاتے اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھی طلب فرماتے۔ جب وہ دربارِ خلافت میں حاضر ہوتے تو انہیں اونچی جگہ پر اپنے قریب بٹھاتے اور ان سے کہتے: ’’میں اس وقت ایک پیچیدہ مسئلہ سے دوچار ہوں۔ اس کو اور اس جیسے دوسرے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو۔‘‘ ایک بار تو نوعمری کے باوجود ابن عباسؓ کو آگے بڑھانے اور اس کو اکابر صحابہ کرامؓ کے برابر کرنے کے معاملے میں ان کے اوپر اعتراض بھی کیا گیا، مگر انہوں نے یہ جواب دے کر معترض کا منہ بند کر دیا:

’’انه فتیٰ الکھول له لسان سؤل وقلب عقول۔‘‘

ترجمہ: ’’اس نوجوان کے پاس بوڑھوں جیسا تجربہ ہے، اس کے پاس سوال کرنے والی زبان اور سمجھ دار دل ہے۔‘‘

حضرت ابن عباسؓ خواص کی تعلیم میں مصروف ہونے کے باوجود عام مسلمانوں کے حق سے غافل نہیں تھے۔ وہ عوام الناس کے لئے وعظ وتذکیر کی مجلسیں برابر منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے اپنی ایک مجلس وعظ میں گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے! اپنے گناہوں کے انجام سے غافل نہ رہ۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ گناہ کا نتیجہ خود گناہ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ارتکاب گناہ کے وقت اپنے دائیں بائیں موجود فرشتوں سے تیرا حیا نہ کرنا گناہ سے کسی طرح کم نہیں ہے اور گناہ کرتے وقت تیرا ہنسنا گناہ سے زیادہ خطرناک ہے، حالانکہ تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ بے شک ارتکاب گناہ میں کامیابی پر تیرا خوش ہونا، گناہ سے بھی زیادہ سخت ہے اور ارتکاب گناہ میں ناکام ہو جانے پر تیرا افسوس کرنا، گناہ سے زیادہ مہلک ہے اور ارتکاب گناہ کے وقت تیرا ہوا سے ڈر جانا، جب وہ تیرے پردے کو ہلا دیتی ہے اور اس تصور سے کہ خدائے تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ تیرے دل میں خوف واضطراب کی ہلکی سی لہر کا پیدا نہ ہونا۔ گناہ سے بڑھ کر ہے۔

اے گناہ گار! کیا تجھے معلوم ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی کون سی لغزش تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جسم اور مال کے سخت ترین امتحان میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان سے صرف اتنی سی کوتاہی ہوئی تھی ایک مسکین ومظلوم شخص نے دفع ظلم کے لئے ان سے مدد کی درخواست کی تھی اور انہوں نے اس کی مدد نہیں کی۔‘‘

حضرت ابن عباسؓ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے یہاں قول وعمل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ان کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ لوگوں کو معروف کا حکم دیں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔ دوسروں کو منکرات سے باز رہنے کی تلقین کریں اور خود ان کا ارتکاب کریں، وہ دن کو بکثرت روزے رکھتے اور راتوں کو قیام کرتے تھے۔

مشہور تابعی عبداللہ بن مُلیکہؒ بیان کرتے ہیں کہ: ’’ایک دفعہ میں نے ابن عباسؓ کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ دوران سفر جب ہم کسی منزل پر قیام کرتے تو اور لوگ تو تھکان کی وجہ سے سو جاتے مگر ابن عباسؓ رات کا بڑا

حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک رات کو وہ آیۃ کریمہ: ’’وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ‘‘.... موت کی جان کنی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا.... (ق:۱۹) کی تلاوت کر رہے ہیں۔ وہ مسلسل اسی آیت کو پڑھتے اور روتے رہے، یہاں تک کہ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔‘‘

اس سب کے بعد ہمارے لئے اتنا جان لینا کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہایت خوبصورت اور خوش رو شخص تھے۔ وہ راتوں کو ہمیشہ خدا کے خوف سے روتے رہتے تھے، یہاں تک کہ اشکوں کی مسلسل روانی سے ان نرم و نازک رخساروں پر دو پتلی پتلی نالیاں سی بن گئی تھیں، جن کو بعض لوگ جوتے کے تسموں سے تشبیہ دیتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ علم و فضل کے انتہائی بلند مقام پر فائز تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک سال خلیفۃ المسلمین حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اسی سال حضرت ابن عباسؓ بھی حج کے لئے عازم سفر تھے، اس زمانے میں ان کے پاس کوئی حکومتی عہدہ نہیں تھا۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کے جلو میں ارباب حکومت پر مشتمل ایک ہجوم چل رہا تھا اور ایک مجمع حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ چل رہا تھا جو طالبان علم پر مشتمل تھا اور حضرت ابن عباسؓ کا جلوس حضرت معاویہؓ کے جلوس سے بڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اکہتر (۷۱) سال کی عمر عطا فرمائی۔ اس مدت میں انہوں نے دنیا کو علم و فہم اور حکمت و تقویٰ سے بھر دیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے پڑھائی اور اس میں اس وقت موجود صحابہ کرامؓ اور اکابر تابعینؒ نے شرکت کی۔ جس وقت لوگ ان کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے، انہوں نے کسی پڑھنے والے کو یہ آیت پڑھتے سنا:

’’يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔‘‘(الفجر:۲۷تا۳۰)

ترجمہ:’’اے نفس مطمئن! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اپنے انجام نیک سے خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہوجا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں۔‘‘

☆☆ .... ☆☆

خاتم الانبیاء کنونشن، پنجگور مکران

مکران (مولانا ذبیح اللہ) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مکران کے زیراہتمام ضلع پنجگور مکران بلوچستان میں خاتم الانبیاء کنونشن منعقد ہوا، جس میں کراچی کے مہمانانِ گرامی، گوادر، تربت ضلع کیچ میں پروگرام کرتے ہوئے پنجگور میں تشریف فرما ہوئے۔ جامعہ مخزن العلوم بونستان پنجگور کے مہتمم مولانا عبدالحلیم مدظلہ، حضرت قاری عبدالرشید اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنجگور کے نگران مولانا اختر علی مدظلہ اور دیگر علمائے کرام نے مہمانانِ گرامی کا استقبال کیا۔ مہمانوں میں مولانا قاضی احسان احمد، مولانا شعیب کمال، مولانا احمد شاہ بلوچ شامل تھے۔ نماز ظہر ادا کی، بعد ازاں طعام سے فارغ ہوئے۔ جامعہ مخزن العلوم بونستان کے کتب خانہ سمیت جامعہ کا دورہ کیا۔ خاتم الانبیاء کنونشن مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن ومرکزی جامع مسجد چتکان پنجگور نزد پرانا اللہ اکبر چوک میں منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور نعتیہ کلام قاری ظہیر عباس نے پیش کیا، اس کے بعد علاقائی علمائے کرام نے بیانات کئے، جس میں مولانا علی احمد عثمانی، مولانا عبداللہ، مولانا عبدالحلیم، پنجگور کے نگران مولانا اختر علی سمیت دیگر علمائے کرام نے بھی خطاب کئے اور مہمانوں میں سے مولانا قاضی احسان احمد، مولانا شعیب کمال اور مکران کے ذمہ دار مولانا احمد شاہ نے بیان کیا اور آخر میں پنجگور کے علمائے کرام سمیت دیگر انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے دعا کرائی اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ دارالعلوم الصفہ تسپ میں تشریف لائے اور دارالعلوم الصفہ میں مدیر الصفہ مولانا عبدالواسع ملازئی کے ہاں مولانا شعیب کمال نے پروجیکٹر کے ذریعہ ختم نبوت کا درس دیا، جبکہ مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے بیان کیا۔ اگلے روز صبح سویرے مدرسہ دارالعلوم رحیمیہ ایراپ کا دورہ کیا اور پھر انوار العلوم حافظ آباد تشریف لائے۔ مولانا عبدالوحید ملازئی سے ملاقات کی اور ناشتہ کیا۔ یوں مکران کا دورہ بخیر و عافیت مکمل ہوا۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

مولانا سید احمد شاہ چوکیرویؒ: مولانا بھی تنظیم اہلسنت کے نامور راہنما اور حُدی خواں تھے۔ ۱۹۰۶ء میں انبالہ ضلع سرگودھا میں مولانا سید غلام علی شاہؒ کے ہاں آنکھ کھولی۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۵ ویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا غلام حسنؒ سواگ لیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور مجاز بھی ہوئے۔ شیخ کی وفات کے بعد اصلاحی تعلق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے جوڑا اور یہاں سے بھی خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

میاں خان محمد کلیارؒ نے چوکیرہ ضلع سرگودھا میں دارالہدیٰ کے نام سے ادارہ قائم کیا اور حضرتؒ کو لے کر آئے اور آپ نے ساری زندگی چوکیرہ میں گزار دی۔ اپنے وقت کے چوٹی کے علماء کرام اور مناظرین عظام میں سے تھے، اس وقت کے علمائے کرام نے انہیں امام پاکستان کا لقب دیا۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے کئی مناظروں میں صدر مناظرہ بنائے گئے۔ آپ تنظیم اہلسنت کے عظیم راہنماؤں میں سے تھے۔ آپ نے بھی تنظیم اہلسنت کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ نیز مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمودؒ، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا عبدالعزیز بھٹیؒ، مولانا عبدالستار تونسویؒ، مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہؒ، مولانا سید عبدالکریم شاہؒ اسی تنظیمی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ شعراء میں جناب خان محمد کمترؔ، جناب عبدالکریم خاکیؔ عوامی اجتماعات کی جان ہوتے تھے۔

حضرت مولانا احمد شاہ چوکیرویؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ آپ کے شاگرد رشید تھے۔ ۲۴/مارچ ۱۹۶۹ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا عبدالشکور دین پوریؒ: مولانا بھی تنظیم اہلسنت کے پلیٹ فارم سے پروان چڑھے، مولانا عبدالشکور کے والد گرامی مولانا محمد عبداللہ تھے۔ جبکہ دادا مولانا عبدالقادرؒ بڑے حضرت دین پوریؒ حضرت میاں غلام محمدؒ کے مرید اور داماد تھے۔ آپ دین پور شریف کے علاوہ سندھ کے کئی ایک مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے، مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سندھ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ سندھی، سرائیکی اور اردو کے قادر الکلام خطیب تھے۔ مقفّٰی، مسجّع گفتگو میں وہبی ملکہ حاصل تھا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے اور کئی ماہ تک سکھر جیل میں پابند سلاسل رہے۔

۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے دورۂ تفسیر پڑھا اور چار سال مخزن العلوم خان پور میں مدرس بھی رہے۔ سکھر، اوکاڑہ، ملتان میں خطابت کے جادو جگاتے رہے۔ مرکز تنظیم میں تقریباً ۱۷ سال خطیب رہے۔

۱۹۶۶ء میں تنظیم اہلسنت میں شامل ہوئے اور مرکزی نائب صدر بھی رہے۔

بعد ازاں مجلس تحفظ حقوق اہلسنت کے نام سے خطباء کی تنظیم بنی، مولانا دین پوریؒ صدر، مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہؒ جنرل سیکریٹری بنائے گئے۔

مجلس علماء اہلسنت پاکستان کے نام سے نوجوان خطیبوں نے تنظیم بنائی، آپؒ کو صدر بنایا گیا اور ہمارے مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ ناظم اعلیٰ چنے گئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بڑی کانفرنسوں چنیوٹ اور چناب نگر میں مہمان خصوصی ہوتے کچھ عرصہ دارالعلوم اسلامی مشن بہاولپور میں مہتمم بنائے گئے۔ راقم بھی ان دنوں بہاولپور میں تھا۔ مجلس کے چھوٹے بڑے اجتماعات میں بلاجھجک شرکت فرماتے، ۱۴/اگست ۱۹۸۷ء راقم رکشہ پر منادی کر رہا تھا کہ مولانا دین پوریؒ ہماری کانفرنس میں خطاب فرمائیں گے تو معلوم ہوا کہ حضرت انتقال فرما گئے۔ تو وہ ختم نبوت کانفرنس جامع مسجد الصادق بہاولپور تعزیتی جلسہ میں تبدیل ہوگئی۔ بات بہت آگے نکل گئی تو راقم عرض کر رہا تھا کہ مولانا دین پوریؒ ایک عرصہ مرکز تنظیم کی جامع مسجد صدیقیہ میں خطابت کے جواہر پارے لٹاتے رہے۔ مرحوم نے تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء

اور ۱۹۸۴ء میں قابل رشک کردار ادا کیا۔

حضرت علامہ مولانا عبدالستار تونسوی:

تنظیم اہلسنت پاکستان کے عرصہ دراز تک صدر رہے۔ آپؒ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم اللہ بخشؒ تھا۔ بلوچوں کی سہانی شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے والد محترم جامع مسجد خلفاء راشدین تونسہ شریف کے نصف صدی تک امام و خطیب رہے تو انہوں نے اپنے بیٹے عبدالستار کو دینی تعلیم دلوانے کا فیصلہ کیا۔ خانقاہ سلیمانیہ کے ایک سجادہ نشین خواجہ محمودؒ نے تونسہ شریف میں جامعہ محمودیہ قائم کیا۔ آپ نے اکثر کتابیں جامعہ محمودیہ میں پڑھیں، خواجہ محمودؒ نے ہی آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا۔ آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے احادیث نبویہ کی ۱۹۴۶ء، ۱۹۴۷ء میں تعلیم حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف کیا۔ دورہ حدیث شریف کے بعد امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے اہلسنت اور تشیع کا تقابلی مطالعہ کی ٹریننگ لی اور فن مناظرہ میں تربیت لی۔

فراغت کے بعد جامعہ محمودیہ تونسہ شریف میں بخاری شریف تک کتب کی تدریس کرتے رہے۔ آپ نے شیعہ مذہب کے نامور مناظر مولوی محمد اسماعیل گوجروی کو کئی مناظروں میں ناکوں چنے چبوائے۔

ختم نبوت کی تینوں تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا نام بڑے والہانہ انداز میں لیتے، آپ نے اپنے بڑوں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، علامہ دوست محمد قریشی، مولانا سید احمد شاہ چوکیرویؒ، حضرت علامہ خالد محمودؒ کے ساتھ مل کر تقریباً پون صدی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت تونسویؒ اور تنظیم اہلسنت لازم وملزوم بن گئے۔ ۱۸؍مارچ ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے اور ۱۲؍دسمبر ۲۰۱۲ء کو دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ تنظیم اہلسنت کے مرکز جامع مسجد صدیقیہ نواں شہر میں فن مناظرہ کے جواہر پارے لٹاتے رہے۔ اس وقت مرکز کے خطیب نبیرۂ حضرت تونسویؒ مولانا عبدالحمید تونسوی ہیں۔ تنظیم اہلسنت کے دفتر کا کنٹرول ابنائے تونسویؒ مولانا عبدالجبار، مولانا عبدالغفار تونسوی کے پاس ہے۔ دفتر کو گرا کر تین منزلہ خوبصورت عمارت بنائی گئی، راقم نے ۱۳؍اپریل عصر کی نماز کے بعد بیان کیا تو حضرات اکابرین کی پون صدی کی خدمات کی تصویر سامنے آگئی تو خیال ہوا کہ قارئین ختم نبوت کو بھی شریک کر لیا جائے۔

ڈاکٹر ظفر اقبال خاں کی کتب کی تقریب رونمائی: ڈاکٹر ظفر اقبال خاں جھنگ کے باسی اور نامور مصنف ہیں، انہوں نے ختم نبوت کے حوالہ سے تین کتابیں ”اہل قرآن کا تاویلی فلسفہ ختم نبوت تحقیقی مطالعہ“، ”اسلام کا عقیدہ زمانی ختم نبوت تحقیقی مطالعہ“، ”مقامِ نبوت کی اسلامی تعبیر“ کی ۱۵؍اپریل کو آرٹ کونسل میں تقریب رونمائی رکھی گئی۔ تقریب میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے حاضر سروس اور ریٹائرڈ پروفیسرز نے خطاب کیا۔ میلسی ضلع وہاڑی میں ”جھنڈیر لائبریری“ کے نام سے عظیم الشان پرائیویٹ لائبریری ہے، جس میں ہزارہا کتب مختلف عنوانات پر جمع ہیں۔ اس کے انچارج جناب میاں غلام احمد جھنڈیر ہیں۔ میاں صاحب نے راقم کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اصرار کیا کہ تقریب رونمائی کی صدارت آپ کریں۔ راقم نے کہا کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اتنی بڑی اور اہمیت کی حامل تقریب کی صدارت کروں۔ بہرحال بغیر صدارت کے اعلان کئے تقریب شروع ہوئی۔ جس میں راقم کو بھی خطاب کی دعوت دی گئی، اس موقع پر راقم نے کہا کہ برصغیر پاک و ہند پر جب برطانوی سامراج کا قبضہ ہوا۔ چونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور مسلمان ہی ہر جگہ ان کے ترتیب یافتہ اور اسلحہ وایمونیشن سے لیس افواج کا مقابلہ کر رہے تھے۔ چنانچہ تھانہ بھون، شاملی اور دوسرے محاذوں کا راقم نے تذکرہ کیا اور اسلامیانِ ہند کے جذبۂ جہاد کو سراہتے ہوئے کہا کہ برطانوی سامراج کو اسلامی ہندوستان پر قابض ہونے کے باوجود اسے مختلف محاذوں پر مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا سامنا کرنا پڑا تو برطانیہ کے تھنک ٹینک اور دانشور بیٹھے اور اس پر غور وخوض کیا کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد کو کیسے ختم کیا جائے، تو برطانیہ نے دو غلام احمد پیدا کئے۔ غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز، ایک نے نبوت کا دعویٰ کر کے مقامِ مصطفیٰ پر حملہ کیا اور دوسرے نے پیغام مصطفیٰ یعنی احادیث نبویہ پر۔ امت نے دونوں غلاموں کا بھرپور علمی وعملی تعاقب کیا اور آج تک کرتی چلی آ رہی ہے۔ راقم کے بعد میاں غلام احمد جھنڈیر نے کہا کہ مجلس کے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ مجلس کا امیر محافظ دیوبند ہوگا تو گویا مجلس کو ایک محلہ کی جماعت بنا دیا گیا قادیانیوں کا اپنا چینل ہے جبکہ مجلس کا چینل نہیں، مجلس مدنی چینل اور کیو ٹی وی کو کیوں نہیں ساتھ ملاتی؟

راقم نے جھنڈیر صاحب کو ٹوک کر کہا کہ مجلس ۱۹۴۹ء میں قائم ہوئی اور اپنے یوم تشکیل سے اب تک مسلسل دیوبندی، بریلوی، مقلد، غیر مقلد، جماعت اسلامی، دعوت اسلامی سب کو ملا کر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرتی چلی آرہی ہے۔

راقم نے کہا کہ میاں صاحب کی معلومات ناقص ہیں۔ ہمیں مادی اعتبار سے قادیانیوں کے مقابلہ کا کوئی دعویٰ نہیں، قلت اسباب کے باوجود قادیانیت کو نتھ ڈالے ہوئے ہیں۔

مجلس نے امت کی سوا سو سالہ تحریری خدمات کو بلا اختلاف مسلک و مذہب ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے ساٹھ جلدوں میں اور ''محاسبہ قادیانیت'' کے نام سے ۲۵ جلدیں شائع کر دی ہیں۔ راقم نے کہا کہ کاظمی صاحبان کے نمائندہ پروفیسر ظفر اقبال سعیدی موجود ہیں۔ ان سے پوچھیں کہ کبھی کاظمیوں نے اپنے کسی پروگرام میں علمائے دیوبند یا اہلحدیث میں سے کسی کو بلایا ہو تو مجلس کو تنگ نظر کہنے والے اپنی نظر کو وسیع کریں۔

راقم نے کہا کہ میاں غلام احمد جھنڈیر مایوسی نہ پھیلائیں، مجلس، امت من حیث الامہ قادیانیت سمیت ہر گستاخ کے مقابلہ میں اتحاد بین المسلمین کا مشترکہ اسٹیج رکھتی ہے۔

تقریب کا مقصد ڈاکٹر ظفر اقبال خاں کی کتب ''مقامِ نبوت کی اسلامی تعبیر! تحقیقی مطالعہ، اسلام کا عقیدہ زمانی ختم نبوت! تحقیقی مطالعہ، اہلِ قرآن کا تاویلی فلسفہ ختم نبوت! تحقیقی مطالعہ'' کی تقریب رونمائی تھا۔ جھنڈیر صاحب نے بریلوی، دیوبندی مسائل پر گفتگو شروع کر کے تقریب کے عنوان سے انصاف نہیں کیا، بعد میں آنے والے اسکالرز نے بھی اس کی تائید و توثیق کی۔

راقم نے ڈاکٹر ظفر اقبال خاں کی کوشش و کاوش کو سراہا کہ ڈاکٹر صاحب نے فلسفیانہ انداز میں گستاخان ختم نبوت اور منکرین حدیث کا عملی تعاقب کر کے اپنا نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین اور عشاق میں لکھوا لیا ہے۔

خطبۂ جمعہ جامع مسجد عربیہ فاروقیہ

عارف والا: مدرسہ عربیہ فاروقیہ اہل حق کا قدیمی مرکز ہے، ہمارے حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ پینتیس سال یہاں جمعہ پڑھاتے رہے۔ حضرت مرحوم کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی کئی مرتبہ راقم کو جمعہ پڑھانے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

مولانا کی زندگی میں صوفی محمد علیؒ نے اہتمام سنبھالے رکھا، بعد میں مولانا حافظ عبدالوہاب ایک عرصہ تک اہتمام و انصرام کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ مولانا حافظ عبدالوہاب فروری ۱۹۸۲ء میں معلم بن کر آئے، آگے چل کر ۱۹۹۰ء میں مہتمم بنا دیئے گئے۔ ۶/ اگست ۲۰۱۸ء کو ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا عبیداللہ سلمہ کو مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ نے ان کا جانشین اور مدرسہ کا مہتمم بنا دیا۔ ہر سال رمضان المبارک کا ایک جمعہ راقم اس عظیم و قدیم مرکز میں حاضری دیتا ہے۔ امسال رمضان المبارک کا چوتھا جمعہ ۱۴/ اپریل کو بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔

لودھراں مجلس کی افطار پارٹی میں

شرکت: لودھراں مجلس کے بانی مولانا محمد موسیٰؒ ہوتے تھے جو جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل، بانی جامعہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ بعد ازاں ملتانی، مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ، مولانا جمال الدینؒ کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا موصوف نے ریلوے اسٹیشن کے قریب مدرسہ خیر العلوم و مسجد کی بنیاد رکھی اور ۱۹۵۸ء میں دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھی داغ بیل ڈالی۔ سرپرست ہمارے حضرت بہلویؒ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہؒ فاضل دیوبند، امیر حاجی غلام رسول، ناظم اعلیٰ مولانا محمد موسیٰ مقرر ہوئے۔ مولانا محمد موسیٰ بہت ہی باہمت، جرأت مند اور جفاکش عالمِ دین تھے۔ قادیانیت کے خلاف ننگی تلوار، جہاں قادیانیوں نے پر پُرزے نکالنے کی کوشش کی، مولانا مرحوم سائیکل پر کتابیں اٹھاتے اور پہنچ جاتے۔ قادیانیوں کو منہ کی کھانی پڑتی۔ انہیں قادیانیت پر مکمل عبور تھا۔ ۱۹۵۸ء سے ۲۰۰۳ء تک قادیانیوں کو نتھ ڈالے رکھی۔ ۲۶/ فروری ۲۰۰۳ء کو انتقال ہوا تو آپ کے فرزند ارجمند مولانا محمد مرتضیٰ نے مسجد و مدرسہ اور مجلس کا نظم سنبھال لیا، مولانا محمد مرتضیٰ بھی والد محترم کی طرح فقیر منش انسان ہیں۔ جامعہ سراج العلوم لودھراں کے مہتمم مولانا محمد میاں مدظلہ کی سرپرستی میں چراغ حق جلائے ہوئے ہیں۔ سال میں دو تین پروگرام تشکیل دے ہی دیتے ہیں، ضلع لودھراں کے ذمہ دار مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی مدظلہ ہیں، ان کی مشاورت سے فقیر، فقیر کے پاس حاضری دیتا رہتا ہے، چنانچہ رمضان المبارک کے چوتھے جمعہ ۱۴/ اپریل کو مولانا محمد مرتضیٰ نے افطار پارٹی کا اہتمام کیا، جس میں مقامی علمائے کرام نے شرکت کی۔ راقم کو بھی بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ ☆☆

مطبوعات
عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوت
مصدقہ رپورٹ
تحریکِ ختم نبوت
1934 تا 2019
قادیانیت کا تعاقب
قادیانی شبہات کے جوابات
مقدمہ مرزائیہ بہاولپور
عدالتی فیصلے
ختم نبوت کورس
آئینہ قادیانیت
تذکرہ مجاہدین ختم نبوت
مناظرے
www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com